

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ وَرَحْمَةِ النَّبِيِّينَ

انوار مع ماہنامہ علوم لاہور

اپریل ۱۹۵۸ء مطابق شوال ۱۳۷۷ھ

شمارہ ۱

جلد ۷

سرپرست: حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب مکتبہ نعیم
نگران: حضرت مولانا مولوی حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی مکتبہ نعیم

مدیر: مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی

۵۸
۱۰۰/۱۰۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انوار مع ماہنامہ علوم لاہور

سیت حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب دت فیوضہم

نگران حضرت مولانا مولوی حافظ محمد اکیس صاحب کاندھلوی دت فیوضہم

مکتبہ مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جامعہ اشرفیہ لاہور کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ لاہور
آئینہ دار نظام انوار العلوم
ماہنامہ اشرفیہ لاہور
سالکان راہ رحمان راہ انجم
دہروان راہ شیطان راہ انجم

انوار العلم

لاہور - پاکستان

سالانہ چھ روپے

قیمت فی پرچہ نو آنے

جلد ۷ اپریل ۱۹۵۸ء مطابق شوال ۱۳۷۷ھ شمارہ ۱

فہرست مضامین

۳	حضرت مولانا محمد ادریس صاحب	معارف القرآن
۱۳	حکیم الامت حضرت تھانویؒ	عود العید (وعظ)
۲۵	" " " "	حسن الغزنی ملفوظات
۳۳	" " " "	کلید تنوئی
۴۱	" " " "	شرائط تعلیم ترجمہ قرآن کریم
۴۸	" " " "	احکام و مسائل
		حسابات مدرسہ

یہ کتاب جامعہ اشرفیہ لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے۔ اس میں جامعہ اشرفیہ لاہور کے علمائے کرام نے اپنے اپنے مضامین لکھے ہیں۔

عود العبد

سلسلہ التبلیغ کا شتائیسواں وعظ
حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب دہلوی

تختا نہ بھون جائے مسجد	کہاں ہوا	بزر
۲۹۔ رمضان ۱۰۵۳ھ	کب ہوا	کے
۳۔ غصہ ۵۔ سنہ	کتنہ ہوا	کے
بیٹ کر	بیٹھ کر	کے
رضخان و رشید کی بابت	کیا مضمون تھا	کا
.	سبب و غلط	کے
الہام علم خصوصاً الہام عموماً	کس طریقہ سے کیا	کے
اشفاق الرحمان	کس نے لکھا	کے
۲۰۰	سائین کی تعداد	کے
محمد ابراہیم علیہ السلام	تسفیوت	کے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله نحمدك وتستعينه وتستغفره ونؤمن به ونوكل عليه ونعوذ بالله
من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل الله فلا
هادي له ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد أن سيدنا
ومولانا محمداً عبده ورسوله اما بعد فقد قال النبي صلى الله عليه وسلم
شهر عید لا ینقصان رمضان وذو الحجة رواه الشيخان عن ابی بکر ؓ
یہ ایک ایسا وقت ہے جب کہ روزانوں سے تعلق ہے رمضان سے اور عید سے

رمضان سے وقوع کا عید سے قرب کا یعنی آج رمضان کا دن ہے اس اعتبار سے
رمضان سے تعلق ہے اور چونکہ عید کا زمانہ قریب ہے اس اعتبار سے عید سے تعلق
ہے غرض دونوں اعتباروں سے دونوں مضمون مناسب وقت ہو سکتے ہیں عید کے
اعتبار سے عید کا مضمون مناسب ہے اور رمضان کے اعتبار سے رمضان کا مضمون
شایان ہے خواہ اجتماعاً خواہ انفراداً اس وقت ایسا مضمون زمین میں آیا کہ اس میں
دونوں پہلوؤں کی رعایت ہے اسوجہ سے نہایت ہی پُر لطف مضمون ہو گیا۔

چونکہ آج آخر جمعہ ہے اور آخر جمعہ عازماً مقتضی انتظار عید کو ہوا کرتا ہے اس لئے
عید کی بابت مضمون مناسب ہے اور چونکہ تمام رمضان گزر گیا اور مجھے بیان کا اتفاق
نہیں ہوا (گو اکثر جمعہ کو اور حضرات کا بیان ہوتا رہا) اس لئے یہ بھی مناسب ہے کہ رمضان
کا بھی بیان میں لحاظ رکھوں پھر یہ کہ رمضان المبارک میں اگرچہ بیانات کا اتفاق ہوا مگر
بعض مضامین بیان سے رہ بھی جاتے ہیں اس وجہ سے اخیر جمعہ میں رمضان کا بیان ملحوظ
رہنا مناسب ہے اور سرچند کہ عادت عامہ رمضان اور عید کے فضائل بیان کرنے کی
اور ایک درجہ میں مناسب بھی ہے لیکن فضائل کثر سنے ہوئے ہیں اور معلوم ہیں لہذا
ایسے مضامین کا بیان کرنا زیادہ مناسب ہے جن سے کان کم آشنایا نا آشنا ہیں سو
اس وقت ایسا ہی مضمون بیان ہو گا۔

قبل ازیں کہ میں یہ بیان کروں کہ وہ کیا مضمون ہو گا ترجمہ حدیث کا کر دینا مناسب
سمجھتا ہوں ترجمہ یہ ہے کہ دو مہینے عید کے ہیں کم نہیں ہوتے ایک رمضان اور دوسرا
ذوالحجہ اب یہ سمجھنا چاہیے کہ کم نہ ہونے سے کیا مراد ہے ظاہراً مہینہ کی دو صورتیں ہوتی
ہیں عینی کم اور زیادہ خود شریعت میں بھی دونوں قسم کا اعتبار کیا ہے بعض حسابوں میں
تو ۳۱ - ۳۲ - ۲۸ کا بھی اعتبار کیا ہے مگر شریعت مقدسہ نے صرف ۲۹ - ۳۰ کا اعتبار
کیا ہے کیونکہ رویت ہلال دوسری قسم پر ہے تیسری قسم پر واقع نہیں ہوتی اور دوسرے محاسبین نے
شمسی حساب لیا ہے شریعت نے اس کو اس لئے نہیں لیا کہ حساب شمسی محسوس اور ظاہر
نہ ہونے کی وجہ سے مشکل ہے اور حساب قمری بالکل محسوس ہے اور اس میں کسی کو اتکار

خبریت میں کسی حساب نہ کرنا چاہیے

ہیں ہو سکتا ہر شخص چاند دیکھ سکتا ہے اور جس علم میں عام لوگ مشترک ہوں یقیناً سہل ہوتا ہے اسی مبنی کی سہولت کی وجہ سے حضور شریعت کی نسبت نحر افراتے ہیں ^{السمیحة} السهلة البیضاء بیضار میں اشارہ ہے سہولت کے مبنی کی طرف کہ سفید اور روشن ہر روشن سے مراد علم ہے یعنی اس شریعت کی بناء علم عام ہے اور سمیحة سہلہ میں مل کی طرف اشارہ یعنی مبنی کے اعتبار سے بھی سہل ہے غرض علما بھی سہل اور عملاً بھی اور اسی سہولت مبنی اور مبنی کی وجہ شریعت کا حاصل حق تعالیٰ کی طرف سے ارادہ جنت ہے اسی واسطے ایسا قانون مقرر کیا اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

ولو اننا كتبنا عليهم ان يقتلوا النفس كراما واخرجوا من ديارهم ما فعلوا
الا قليل منهم يعني اگر ہم فرض کرتے ان پر یہ کہ تم خود کشی کیا کرو یا اپنے وطن سے بے
وطن ہو جایا کرو تو بجز معدود و چند لوگوں کے اس حکم کو کوئی بھی نہ بجالاتا۔

اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ شریعت کا حاصل ارادہ رحمت ہے کیونکہ اگر اس میں دشواری ہوتی تو اس پر عامل کم ہوتے اور رحمت عامل ہی پر ہوتی ہے تو اس صورت میں خلق رحمت کا کم لوگوں سے ہوتا اگر کوئی کہے کہ رحمت کا اقتضا تو یہ تھا کہ تمام شرائع سہل ہوتے کیونکہ وہ کسی رحمت ہی رحمت ہیں حالانکہ۔

رَفِيعٌ عَنْهُمْ اَصْحَابُ هُمُ وَالْاَعْلَالُ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ هُمُ يَعْنِي اِن لوگوں پر جو پہلے
شرائع میں بوجہ اور طوق لے ہوئے تھے یہ پیغمبر اُن کو دور کرتے ہیں اس سے ان
شرائع کا سخت ہونا ظاہر ہے نیز دوسری آیات سے بھی احکام کا سخت ہونا ظاہر ہے
پنانیچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

فَيُظَلَّمُ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا عَلَيْهِمْ طَبِيعَاتٌ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِنَّ بَعْضَ الْجُنَاثِ هَدَىٰ وَبَعْضٌ سَلَّمَ ۚ لَنْ تَجْعَلَ لِلْغَيْرِ عَلَى الْغَيْرِ حِلًّا لِّمَا فَتَنَ ۚ إِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

۱۵ نرم آسان سفید ۱۲

۲۵ بطور احکام مقصودہ کے کذا فی بیان القرآن ۱۲ جامع۔

۳۵ یعنی دوسرے نبیوں کی شریعتیں ۱۲

حرام کر دیں۔ اس سے بھی اُن شرائع کا سخت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ تو۔ جواب میں کہو گے
کہ اصل یہ ہے کہ

آسمان نسبت بہ عرش آمدن و رُود گرچہ بس عالی ست پیش خاک تو
یعنی بعض امور اضافیہ ہوتے ہیں اسی طرح دوسرے شرائع کا سخت ہونا بمقابلہ
اس شریعت کے ہے اُن لوگوں کے طبائع کے اعتبار سے سخت نہیں چنانچہ قرآن مجید
میں ایک مفصل واقعہ موجود ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص منقول ہو گیا
تھا قاتل کا پتہ نہ چلتا تھا موسیٰ سے قوم نے دعا کی استغفار کی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام
کی دعا پر حکم ہوا اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذٰبَحُوْا بَقِیَّتِہٖ حَقَّ تَعَالٰی حکم کرتا ہے کہ ایک
گلے ذبح کرو یہود کو سمجھنا چاہیے تھا کہ حق تعالیٰ صاحب حکومت ہیں اور موسیٰ علیہ السلام
نبی ہیں یہ حکم سنکر تعمیل سے چارہ نہیں مگر بجائے اس کے کہ ذبح کرتے اور تعمیل امر کرتے
چونکہ سخت مزاج تھے نرم مزاجی پاس کو نہ پھٹکی تھی اس لئے کہتے ہیں۔

اَتَّخِذْنَا هٰذَا کَیۡدًا مِّنْکَ یٰۤاِسۡرَءٰلَیۡمُ سے دل لگی کرتے ہو حالانکہ جب موسیٰ علیہ السلام نبی تھے تو خود
آپ ہی کا امر ذبح کے لئے کافی تھا مگر پھر بھی مخالفت و تکذیب کے خوف سے آپ نے
اللہ کا نام بھی لیا کہ خدا تعالیٰ حکم فرماتے ہیں مگر پھر بھی اثر نہ ہوا بلکہ اگر غور کر کے دیکھا جاوے
تو طبعاً نبی کیساتھ بہ نسبت خدا تعالیٰ کے امتی کو زیادہ تعلق ہوتا ہے کیونکہ وہ مشاہد ہے
اور قاعدہ ہے کہ "جب آنکھیں چار ہوتی ہیں مروت آئی جاتی ہے" اور یہی وجہ ہے کہ عام طور
حضور کا سا ادب خدا تعالیٰ کا نہیں کرتے اور اسلئے کہ فرماتے ہیں مَا لَیْسَ لَکَ بِدَیۡکَ
اَلْکَرِیۡمُ جِیۡہِ بعض معلم زد کو ب نہیں کرتے تو سلیم الطبع طلباء تو اس سے سبق لیکر اپنے
کام کو بخوبی انجام دیتے ہیں مگر بد معاش طلباء اس ڈھیل سے اور بھی کام چھوڑ بیٹھتے
ہیں جس کا نتیجہ ایک دن یہ ہوتا ہے کہ معلم ایک دن سخت پکڑتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ
شانہ بدکاروں کو ڈھیل دیتے رہتے ہیں اور ایک دن سخت پکڑ لیں گے۔

آسمان عرش کے اعتبار سے نیچا ہے ورنہ خاک کے ٹیلوں کے اعتبار سے تو بہت ہی اونچا ہے
تجھ کو کس چیز نے تیرے رب کریم کیساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے۔ از بیان القسطن ۱۲ ج ۱

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں سَلَسْتُمْ رُجُوحَكُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ یعنی جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم اُن کو بندہ تریج (جہنم کی طرف) لئے جا رہے ہیں اس طویر پر کہ ان کو خبر بھی نہیں ہے

نیتہ سے اندازاں کا بزد تھا لے اگرچہ دیر گیر دست سخت گیر و گمراہ پر بھی ان کی جہالت دیکھئے کہ باوجودیکہ ایک نبی فرما رہے ہیں جن سے طبعاً شرمناک چاہئے تھا پھر اُس ارشاد کا خدا کی طرف منسوب ہونا خدا کا نام لیکر ظاہر کر رہے ہیں جس سے عقلاً ڈرنا چاہئے تھا مگر اس کے جواب میں اُن لوگوں نے کیا کہا اَلَا تَتَذَكَّرُ اَنْهٰذَا سَلْبٌ یہ کہ ذبح بقدر اور احیاء میت میں کیا جوڑ کوئی ان سے پوچھے کہ احمق تمہیں جوڑ کی کیا خبر تیرا ڈپانی میں اور آگ کے بجھنے میں کیا جوڑ اگر کوئی صاحب کپڑے آگ کا پانی سے بجھنے کا یہ سبب ہے کہ آگ میں حرارت اور پانی میں برودت ہے اور پانی اپنی برودت کے سبب حرارت کو بجھا دیتا ہے میں دریافت کروں گا کہ برودت کا حرارت کے بجھانے سے کیا جوڑ سمجھ مشاہدہ کے اسی طرح سے کھانے کے پکینے اور آگ میں کیا جوڑ غرض یہ ہے کہ کسی چیز میں کچھ بھی جوڑ نہیں سب حق تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں جن چیزوں میں چاہیں جوڑ لگا دیں اور جن چیزوں کو چاہیں توڑ دیں وَاللّٰهُ الْعَظِيْمُ تَامِ اُمُوْر حَقِيْقَتِ كَيْ اَعْتَبَارُ سَلَفِ اَلْفَا قِي مِي ن۔

ایک شخص بیان کرتے تھے کہ ایک گانوں میں خون ہو گیا تھا قاتل نے لاش کو دیوار میں رکھ کر چند ایات تحقیقات میں بجد سعی کی گئی مگر کچھ پتہ نہ چلا ایک انسپکٹر جو تحقیقات میں کامل تھے اُن کے یہ خدمت سپرد ہوئی اب دیکھئے کس طریق سے پتہ چلا ہے اس طریق کو سنکر میساختہ کہہ ا دھکے کہ یہ سب امور حق تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اسباب کی طرف محض ظاہری نسبت ہے

۱۷ اس سے ڈر نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ دیر میں گرفت کرنے میں مگر سخت کرتے ہیں

۱۸ غفلت والے خدا کی قسم

کار زلف تست مشک اشتانی اما عاشقان - مصلحت راتہتہ ہوا ہوئے چیں بستہ اند
 کوئی کسی علم میں کسی عمل میں کامل نہیں سب ناقص ہیں چنانچہ باوجود مزید تحقیقات کے
 ان انسپکٹر کو بھی کوئی پتہ نہ چلا انسپکٹر نہایت پریشان صدر سے تاکید پتہ تاکید اب دیکھتے
 کہ اتفاقیہ کیا سامان ہوتے ہیں گرمیوں کے دن تھے دھوپ سے پناہ لینے کے لئے
 انسپکٹر اسی دیوار کے سایہ میں ایک چار پائی پر آرام کرنے کو آ بیٹھے تھارت آفتاب سے
 حرارت کا اثر لاش پر ہوا اور رطوبات بہکے نکلنے لگیں اور کھجور کا اجتماع ہوا انسپکٹر نے
 جب کھجوروں کی کثرت دیوار پر دیکھی فوراً دماغ میں یہ بات آئی اور ذہن و فتنہ اس جانب
 متوجہ ہوا کہ شاید یہ رطوبت اس لاش کی ہو فوراً دیوار کھدوا ڈالی لاش برآمد ہوئی بڑے
 نیکنام اور مشہور ہوئے - اب بتلائیے کہ انسپکٹر صاحب کا کیا کمال ہے اور ذہن کا اس جانب
 متوجہ ہونا یہ کونسا اختیاری امر ہے واللہ ادنیٰ سے ادنیٰ مقدمہ کا کھانا بڑے سے بڑے
 دانشمند کا بھی کام نہیں سب امور اتفاقی ہیں جن کو ہم اسباب عادی سمجھتے ہیں وہ بھی واقع
 میں اسباب اتفاقی ہیں۔

پس جب کسی سبب و مسبب میں جوڑ نہیں تو جس کو بنی اسرائیل سبب عادی کے
 خلاف سمجھ رہے تھے اور ان کے نزدیک اس میں کچھ جوڑ نہ تھا اس میں بھی کسی قسم کے
 جوڑ کی ضرورت نہیں - یہ کیا ضروری ہے کہ اللہ میاں ہر چیز کے جوڑ کو بھی بست لادیں
 کوئی اللہ میاں کے ذمہ فرض نہیں اللہ میاں کا حکم ہے عمل کرو۔

چنانچہ بنی اسرائیل کو یہی حکم ہوا کہ ایک گھاسے ذبح کر کے اس کا ایک عضو بیکر اس مرد کے
 مارو بنی اسرائیل اس کا جواب دیتے ہیں اَتَّخِذْ نَاهُ زُورًا آیا آپ ہم کو سحرانا تے
 ہیں۔ (جامع ۱۲)

موسٰی علیہ السلام نے جواب دیا اَعُوذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ یعنی نعوذ باللہ

سے شک بکھیرنا کام تو تباری ہی زلف کا ہے مگر عاشقوں نے ایک مصلحت سے
 چین کے ہرن پر تہمت رکھ دی ہے۔

عادت و معمول کے ذریعے۔

جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں کہ احکام خداوندی میں تسخیر کرنے لگوں، اس
تسخیر پر ایک حکایت یاد آئی۔

ایک عالم صاحب بڑے ظریف تھے ان سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ مٹی کی ہانڈی میں
کتنے نے منہ ڈالا یا اسے کس صورت سے پاک کریں مولوی صاحب نے (ظرافت) سے
جواب دیا کہ ارے جادو مٹری کی سنڈیا پر سٹلے پوچھتا ہے ایک اور بزرگ نے مولوی صاحب
یہ جواب سن کر کہا کہ بھیجا کہ اب آپ کی ظرافت اور گستاخی شریعت کے احکام میں
بھی ہونے لگی۔ انھوں نے توبہ کی غرض مولیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ قوم بولی اُدْعُ لَنَا ذِكَّ يَمِينٍ لَنَا مَا هِيَ آپ
درخواست کیجئے اپنے رب سے ہم بیان کر دیں کہ اس کے کیا اوصاف ہیں ہمارے حضور
فرماتے ہیں لَوْ ذُبحُوا آيَةً بَقَرَةٍ لَاحْزَنُوا تَهْجُرَ بَعْضِيْ وَهُوَ جَوْشِي بَقَرَةٍ بَعْضِيْ ذَنْبٌ كَرِيهُتُمْ مَثَلًا
معمولی سی گائے کی قربانی کر لیتے تو کافی تھا حصول مقصود کے لئے مگر چونکہ سخت مزاج
تھے جب تک غذائے مناسب نہ ملے ماننے والے کب تھے۔ اس غذا سے مناسب
ایک گنوار آدمی کا ایک لطیفہ یاد آیا ہے تو کثیف مگر محاورہ کے اعتبار سے لطیف کہہ دیا ہمارے
چھوٹے ماموں صاحب کے پاس ایک یہاں ہی کا باشندہ گنوار جنگل سے دوڑا ہوا آیا
ماموں صاحب مدرسہ کی کھڑکی میں بیٹھے تھے جو جنگل کی طرف کھلی تھی کھڑکی کے پاس
کھڑا ہو کر بولا ایک مصرع سمجھ میں آیا ہے اُس کا جوڑ لگا دو۔ اور یہ مصرع پڑھا۔

مصرع سُودو ستو ہے عجب ماجرا

دوسرا سمجھ میں نہیں آیا۔ جیسے اکبر بادشاہ کے یہاں مشاعرہ تھا فیضی بھی جا رہا
تھا ایک گنوار ملا اور فیضی سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو فیضی نے کہا کہ مشاعرہ میں بولا
مشاعرہ کس کو کہتے ہیں اُس نے کہا تنگ سے تنگ ملانے کو۔ کہنے لگا اب کے ہم بھی آویں گے
اور تنگ ملا کر لاویں گے چنانچہ اگلے بیغتنہ میں آیا اور پھر فیضی سے ملا اور کہا کہ ایک مصرع تو
میں نے بنا لیا ہے مگر دوسرا نہیں بنتا تم بنا دو اور یہ مصرع پڑھا مصرع اعلیٰ کا پتہ سبج (سبز)
فیضی نے اُس پر مصرع لگا دیا۔ مصرع ابجد مطلی سبج (سبز)

چنانچہ وہ گنوار مشاعرہ میں آیا اور اکبر بادشاہ کے سامنے مشاعروں میں اس نے
 وہی شعر پڑھا اکبر نے کہا کہ پہلا مصرعہ تو بہت اچھا ہے مگر دوسرا واسیات ہے
 تو وہ گنوار فیضی کی طرف اشارہ کر کے کیا کہتا ہے کہ یہاں اس کی ماں نے ایسا
 تیسرا کہا یا تھا اور پہلا مصرعہ میرا ہے اسی طرح ہمارے ماموں صاحب کے
 پاس آکر اس نے یہ مصرعہ پڑھ کر دوسرا بنوانا چاہا۔ مصحح سنو دوستو ہے
 عجیب ماجرا۔ تو ماموں صاحب فی البدیہہ کہا کہتے ہیں کہ مصحح کہہ دیا تھا
 منڈواہ کا باجرا۔ وہ خفا ہو کر چلا گیا غذائے مناسب پر یہ بات یاد آگئی تھی
 اسی طرح بنی اسرائیل اپنے مزاج کے مناسب سخت حکم کے جو یاں ہوئے اور
 سہل کاموں کی قدر نہ ہوئی منڈو سے پر یاد آیا کہ سخت مزاج لوگوں کو گھبوں کی
 روٹی سے تسلی نہیں ہوتی اور یہاں سے راز معلوم ہوتا ہے اس حدیث کا کہ ما
 خیر رسول اللہ فی امرین الا اختار اھو سنھما یعنی آپ کو جب کسی کام
 کے دو طریقوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ آسان کو اختیار فرماتے حالانکہ
 آپ کو تو مشکل بھی مشکل نہ تھا اور بعض لوگ ایسے موقعہ پر سخت طریق کو اختیار کرتے
 ہیں اور اس کو افضل سمجھتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ وہ لوگ طریق کو مقصود سمجھتے ہیں
 اور طریق کے ساتھ معاملہ مقصود کا کرتے ہیں حالانکہ طریق کے ساتھ معاملہ طریق
 ہی کا شایاں ہے مثلاً کوئی شخص یہاں جامع مسجد میں نماز کے لئے آئے اور
 وضو کی ضرورت ہو تو وضو کے دو طریق ہیں ایک یہ کہ اسی حوض میں وضو کرے
 ایک یہ کہ جلال آباد جاوے اور وہاں کے حوض میں وضو کرے آئے تو یقیناً
 کوئی زیادتی ثواب کی نہیں ہے بلکہ ناپسندیدہ ہو گا کیونکہ اس میں طریق کے ساتھ
 معاملہ مقصود کا کیا گیا اور اسی سے شریعت کی خوبی معلوم ہوتی ہے کہ اس میں ہر
 چیز اپنے موقعہ پر ہے طریق کے ساتھ معاملہ طریق کا کیا جاتا ہے اور مقصود کے
 ساتھ معاملہ مقصود کا۔

خلاصہ یہ ہے کہ نرمی سے وہ جاہل کا مھیکو ذبح کرنے لگے تھے وہ تو جب تک

سختی نہ ہوتی ماننے والے نہ تھے کیونکہ وہ تو سختی کے عادی تھے انھیں سہولت سے
 کیا سروکار تھا اسی طرح بعضے مشائخ بھی سخت سے سخت مجاہدہ کراتے ہیں اور
 اس طرح ہم لوگوں نے بھی شادی و غم میں اپنے اوپر رسوم کا التزام کر کے
 اپنے کو سختی میں گرفتار کر لیا ہے شادی اور دعوتوں میں پلاؤ - زر دے -
 فیرینی لازم کر کے اپنے کو سختی میں ڈال لیا ہے صرف تفاخر کے لئے مگر نتیجہ یہ ہے
 کہ اکثر لوگوں کو پسند ہی نہیں آتا اور اس لئے فخر بھی نصیب نہیں ہوتا چنانچہ ایک
 گنوار آدمی کے سامنے فیرینی رکھی گئی تھی وہ کیا کہتا ہے کہ یہ تنوک سا کسے ہے
 (کیا ہے)

حاصل یہ ہے کہ اپنے اوپر سختی محض اس بنا پر کی جاتی ہے تاکہ بعد میں یہ کہا
 جاوے کہ راجہ آدمی ہے ذی حوصلہ شخص ہے غرض اپنے ہاتھوں سختی میں پڑنا خدا
 تعالیٰ کی ناشکری ہے اسی طرح وہ لوگ چونکہ سخت مزاج تھے دل میں کہتے ہوں گے
 کہ اس معمولی گائے میں یہ خاصیت مردے کو گویا کرنے کی ہے نہیں وہ گائے
 اور ہی قسم کی ہوگی جیسے کسی گنوار نے کبلہ گائے کو نئی قسم کی گائے سمجھا تھا۔

حکایت یہ ہے کہ ایک چودھری صاحب کسی تحصیلدار کے یہاں آئے تحصیلدار
 نے کہا کہ ہمارے قبلہ گا ہی صاحب تشریف لائے ہیں اس لئے ہم کو اس وقت فرصت
 نہیں وہ چودھری صاحب اٹھ کر چلے گئے اور اپنے لڑکوں میں بیان کیا کہ تحصیلدار
 کے یہاں کبلہ گائے آئی ہے لڑکے شوق میں اٹھ کر دیکھنے چلے اور چونکہ احتمال تھا کہ شاید
 کوئی حملہ آور گائے ہوا سئلہ لٹھ بھی لیلے غرض سب لوگ جمع ہو کر لٹھے لیکر تحصیلدار
 کے یہاں آئے تحصیلدار دیکھ کر سمجھے کہ شاید چودھری جی خفا ہو گئے پوچھا کہ چودھری
 صاحب کدھر آئے چودھری جی نے کہا نہیں یہ لونڈے کبلہ گائے دیکھنے آئے میں تحصیلدار
 نے کہا لا حول و لا قوت وہ تو ہمارے والد صاحب ہیں۔ چودھری جی بولے کہ پھر کبلہ گائے
 کبلہ گائے کیوں کہہ رہے تھے سیدہ عالیوں نہیں کہا کہ ہمارا باپ آیا ہے بس بنی اسرائیل گویا
 اس گائے کو کبلہ گائے سمجھ رہے ہوں گے کہ کوئی نایاب چیز ہوگی کیونکہ معمولی گائے میں

یہ خاصیت کیسے ہو سکتی ہے اس خاصیت کی گائے آسانی سے کب مل سکے گی اور یہ نہ سمجھ کہ خدا کے یہاں ہر شے کے خزانے میں اگر کوئی دشواری چاہے تو دشواری بھی ہاں موجود ہے اور اگر کوئی سہولت چاہے تو سہولت بھی وہاں موجود ہے غرض دونوں قسم کے خزانے وہاں موجود ہیں مگر عجیب رحمت ہے کہ وہاں کی دشواری بھی صرف صورتاً ہی قہر ہے ورنہ فی الواقع رحمت ہے۔

چنانچہ اعمال صالحہ کی صورت مشکل ہے مگر واقع اور حقیقت میں کوئی دشواری نہیں عمل کرنے سے سہولت معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ روزہ ہی کو دیکھ لیجئے کہ کس قدر آسان ہے۔ اس سال بہت ڈر تھا ماشاء اللہ کیسے سہل ہوئے اگر آپ یہ کہیں کہ اس سال تو بید گرمی کی شدت تھی تو اور اس وجہ سے پیاس کا غلبہ ہو کر روزہ میں سختی محسوس ہوتی تھی تو آسان کہاں تھے تو اصل بات یہ ہے کہ وہ روزہ کی سختی نہ تھی اکثر یہ ہوا کہ ہم نے دنیا کا بلا ضرورت زیادہ کام کیا یا مزدوری زیادہ کی باوجودیکہ ایک مدت معتدبہ کا کھانا ہمارے پاس موجود تھا تو یہ سختی اور دشواری کثرت کام کے سبب ہوئی اگر رمضان سے پیشتر کام کر کے رمضان کا بھی اسباب جہیا کر کے رکھ لیا جاوے تو دشواری کیوں ہو یا بار بار بعض لوگ نہاتے ہیں اس سے بھی پریشانی ہو جاتی ہے۔ غرض عبادات حقیقت میں سہل ہیں ان میں دشواری صرف صورتاً ہے البتہ حقیقی قہر۔ زنا۔ چوری۔ شرابخوری بدنگامی اور جمیع معاصی میں ہے نار ان اس کا عکس سمجھتے ہیں کہ صورت قبر کو قبر سمجھتے ہیں اور معنی قبر کو قبر نہیں سمجھتے۔ ابراہیم علیہ السلام واسطے آگ صورت قبر تھی مگر واقع میں اس حکم سے وہ رحمت ہو گئی کہ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ۔

حدیث شریف میں ہے کہ دجال کے ساتھ ایک حنٹ ہوگی ایک روز خ یعنی ایک باغ اور ایک آتش خندق ہوگی اپنے مطیعین کو حنٹ میں اور مخالفین کو خندق میں ڈالے گا مگر واقع میں نہ وہ آگ آگ ہوگی اور نہ وہ حنٹ حنٹ ہوگی بلکہ عکس ہوگا لہ ہم نے کہہ دیا اے آگ تو ابراہیم پر سرد اور سلامتی بن جا۔

اعمال صورتاً مشکل حقیقت میں سہل ہیں

صورت قہر باطن رحمت کی مثال

صرف نظر بندی ہوگی اسی طریق سے اس دنیا میں اکثر نظر بندی ہو رہی ہے صحیح عینک
 لگاؤ تاکہ یہ نظر بندی دور ہو مگر تم نے یہ تو عینک ہی توڑ دی لیکن حق تعالیٰ کے یہاں
 عینکوں کی کمی نہیں دوسری تیسری عینک لیلو حق تعالیٰ سے مانگ لو وہ مانگنے سے
 خفا نہیں ہوتے عینک دیں گے گو اس سے پہلے تم بہت سی عینکیں توڑ چکے ہو مگر وہاں
 نزیہ کہا جا رہا ہے ۵

پاز آ باز آ سر آ سچہ رستی باز آ ۵ صد بار گر تو یہ شکستی باز آ
 ایں درگہ مادر گہ نو میدی سیت ۵ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
 غرض لطف و رحمت کبھی بصورت قبر بھی ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں -

عَسَىٰ اَنْ تَكُوْنُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لِّكُمْ يَعْنِيْ يٰۤاَهْلَ الْبَيْتِ يٰۤاَبُوْا بَكْرٍ يٰۤاَبُوْا
 سَجَّوْدٍ اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو مگر تم کو چاہیے کہ صورت قبر کو قبر نہ سمجھا کریں اور
 زرا عمل کر کے دیکھ لیا کریں بہر حال بنی اسرائیل کے جواب میں فرمایا گیا -

اِنَّهَا بَقْرَةٌ لَا تَدْرِيْ اَمْ لَا يَكُوْنُوْنَ لَیْلٍ ذٰلِكَ فَاَفْعَلُوْا مَا تُوْمَرُوْنَ يَعْنِيْ نہ
 بدھی ہونہ جو ان دونوں عمروں کے وسط میں ہو سو اب کر لو جو کچھ تم کو حکم ملا ہے
 مگر باوجود فَاَفْعَلُوْا مَا تُوْمَرُوْنَ کے وہ مکر تعقیب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ -
 قَالُوْا اِنَّ لَنَا رِبَّكَ یٰۤاَبُوْا بَكْرٍ یٰۤاَبُوْا لَمَّا مَلَاوْا مَکَّاهُ اس کا رنگ کیسا ہو جو اب دیا گیا -

اِنَّهَا بَقْرَةٌ صَفْوَ اَوْ قَاتِجٌ تَوْنُهَا وہ ایک زرد رنگ کی ہے جس کا رنگ تیز زرد
 ہو اس کے بعد پھر پہلے سوال کا اعادہ کیا کہ اس کو ذرا وضاحت سے اور بیان
 کر دیجئے اور غنیمت ہے منہ سے انشاء اللہ بھی نکل گیا خبر صبح کا سبھو لا شام کو آجھاو
 تو سبھو لوں میں شمار نہیں -

حدیث میں ہے لَوْ لَمْ یَسْتَقْنُوْا لِهَرْمِیْنِ لَه - مولانا رومی حکایت کنیزک

۱۵ لوٹ آؤ لوٹ آؤ جیسے کچھ تم ہو ہماری رحمت کی طرف لوٹ آؤ - اگر تو بہ کر کے ستوا رہی توڑ دی ہے
 تو بھی لوٹ آؤ یہ ہماری بارگاہ نامید سونیلی بارگاہ ہی نہیں ہے - اگر تم کافرا یا دشمن پرست یا بت پرست بھی
 رہ چکے تو بھی رحمت کی طرف لوٹ آؤ -

۱۶ اگر وہ لوگ انشاء اللہ نہ کہتے تو اس کھائے کا حال مکمل بیان نہ کیا جاتا -

۴ اس وقت کا حال تھا جبکہ راجا کھنیا دیا تھا اور سلطان علیہ السلام کو یاد دلا سویش کو ثابت ہو کر فرشتہ نے قلب میں بات ڈال کر اتفاق سے یاد آنے لگی زبان پر نہیں کہا اس لئے عتاب ہوا۔

میں انشاء اللہ نہ کہنے کی خاصیت بیان فرماتے ہیں ۵

گر خدا خواہندہ گفتند از لطر ۶ پس خدا بنود نشان عجز بشر
یعنی انشاء اللہ نہ کہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ساری باتیں انہی ہو گئیں اس طرح سے کہ
ہرچہ کردند از علاج و اندوا ۶ رنج افزوں گشت صحبت نازا
از قفسا سرنگلبیں صفرا منورود ۶ روغن بادام خشکی سے منور
از بلبلہ قبض شد اطلاق رفت ۶ آب آتش را مدد شد بچو ز رفت
غرض جو تدبیر کی اثر اس کے خلاف ہوا اگے انشاء اللہ نہ کہنے کی حقیقت غور
بیان فرماتے ہیں ۵

ترک استثناء مراد مسموتے است ۶ نے میں گفتن کہ عارض حالتیت
لے بسا ناورودہ استثناء بجفت ۶ جان او با جان استثناء ست جفت
یعنی انشاء اللہ نہ کہنے کے یہ معنی نہیں کہ زبان سے کہا یا نہیں کہا بلکہ کہنے کا مطلب
یہ ہے کہ استثناء دل میں ہو خدا پر سجدہ ہو اور نہ کہنا اس کے خلاف بحق تعالیٰ
فرماتے ہیں کہ ۷ اَذْكُرْ رَبَّكَ اِذَا كُنْتَ اَوْدًا اَوْ كُنْتَ عَلٰى صُلْبٍ اَوْ كُنْتَ عَلٰى صُلْبٍ اَوْ كُنْتَ عَلٰى صُلْبٍ
اور زبان دونوں کو پس ثابت ہو گیا کہ زبان ہی سے ضروری نہیں بل میں بھی کافی ہے
اب اس سے یہ سوال پیدا ہو گا کہ سلیمان نے ایک بار اپنے لشکر سے
نفا ہو کر فرمایا تھا کہ تم خدمت دین میں کوتاہی کرتے ہو میری تنوہی بی ہیں سب
سے مجامعت کروں گا تو تنوہ سوار پیدا ہوں گے سب خدمت دین کریں گے
مگر انشاء اللہ نہ کہا سب بیبیوں کے پاس گئے کیسکو حمل نہ پھیرا مگر صرف ایک بی بی
کو کہ وہ بھی اور صورا سا قہ ہو گیا اب سوال یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے
قلب میں انشاء اللہ نہ کہا یا نہیں اگر نہ تھا تو خلاف شان نبوت ہے اور دل میں استثناء
تو نتیجہ عتاب کیوں ہوا جو اب ترک سلیمان علیہ السلام کے قلب میں استثناء تھا اور یہ قلب میں

۵ جب غور کی وجہ سے ان لوگوں نے اللہ چاہے نہ کہا تو خدا تعالیٰ نے انکو انسان کا عابر مرنا کھلا دیا کہ جس کی
کوشش کی نہ پایا ۵ جو کچھ بھی کیا علاج اور دوا ۵ اس کو تکلیف بڑھتی گئی اور حاجت پوری نہ ہوئی قدرت کا حکم کی جیت
صفرا بڑھ گیا روغن بادام خشکی پیدا کر دی ۶ نہر سے قبض ہو گیا دست بند ہو گئے ۶ پانی آگ کو رال کی طرح بڑھ گئے ۶
۵ انشاء اللہ نہ کہنے سے میری مراد دل کی سختی ہے نہ یہ کہ زبان سے نہ کہنا تو انکے عارض حالت سے نہ کہنا

حسن بن العزیز

حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

کہتا ہوں کہ اس کے معنی ہیں کہ جو خالی جاوے گا خلوص سے وہ خالی آوے گا فیوض و برکات سے اب اسکی ایسی پابندی ہے کہ بعضے تو بلا نذرانہ ملاقات ہی نہیں کرتے کسی سے نہ ہوسکا نذرانہ کا انتظام تو وہ بیچارہ تو یوں ہی رہا پیرزادوں نے ایک یہ ترکیب بھی ایجاد کی ہے کہ مصافحہ میں نذرانہ دیا جاوے سنت کو سب دنیائی غرض سے ملا کر خراب کیا پھر فرمایا کہ ایک صاحب یہاں تشریف لائے بڑے مہذب رئیسوں میں سمجھے جاتے ہیں بہت مہذب اور شایستہ لیکن دنیائی تہذیب بھی و اللہ بدوں دین کے یا صحبت اہل دین کے کافی نہیں ہوتی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی مہمان تھے سبے ملکر کھانا کھایا جب کھا چکے تو انھیں رئیس صاحب نے ایک روپیہ جیب میں سے نکال کر میرے اوپر بھینک دیا میں نے اٹھا کر ان پر بھینک دیا مولانا خلیل احمد صاحب کی انکی اس حرکت پر بہت عصۃ آیا انہوں نے کچھ فرمانا چاہا مولانا بہت صاف ہیں میں نے سوچا کہ کہیں انہوں نے مولانا کے فرمانے پر کچھ جواب دیا تو بہت بیجا ہو گا اس لئے میں نے خود ہی کہنا شروع کر دیا حالانکہ بڑوں کے سامنے بولنا ہے ادبی ہے لیکن اسوقت مصالحت اسی میں تھی پھر کہا تو اتنا کہا کہ مولانا کبھی بھی نہ کہتے خوب ہی آڑے ہاتھوں لیا۔ بڑے چپ ہوئے۔ مولانا بعد میں فرمانے لگے کہ مجھے انکی حرکت بہت ہی ناگوار ہوئی میں تو خود ان سے کہنے والا تھا کہ یہ کیا بد تہذیبی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں میرا معاملہ مخفیہ کہنا انھیں ناگوار نہیں ہوا آپ کا کہنا ناگوار ہوتا کہ یہ کون بیچ میں

بولنے والے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یا تو تکلف ایسا کہ مصافحہ میں دیں یا بے تکلف
 ایسے کہ منہ ہی پر مار دیں حقیقت شاعر جو پوری نے ایک کتاب یہاں آنیکے حالات میں لکھی ہے
 اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ تہذیب جو بننے مرقوں میں حاصل کی تھی وہ یہاں آکر معلوم ہوا
 کہ تہذیب ہی نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک صاحب آکر کھڑے ہو گئے بیٹھا چاہتے تھے لیکن
 بلا اجازت کیسے بیٹھیں میں نے پوچھا کہ کھڑے کیوں ہو کہا کہ بلا اجازت کیسے بیٹھ سکتا ہوں
 یہ وہی عرفی تہذیب میں نے کہا کہ اچھا ایک سفتہ تک بیٹھنے کی اجازت نہیں کھڑے رہو یہ
 سُکر فوراً بیٹھ گئے میں نے کہا کہ یہ کیا سبحان اللہ جب بیٹھنے کی ممانعت نہ تھی تب تو بیٹھ
 نہیں اور جب صریح ممانعت ہو گئی تو بیٹھ گئے یہ کیا بات ہے پھر فرمایا کہ ایک فہیم صاحب یہاں
 (سدری میں) آتے ہی چپکے بیٹھ جاتے ہیں سلام بھی نہیں کرتے۔ ایک صاحب نے ان سے
 اعتراض کیا کہ تم بڑے بد تہذیب ہو۔ بلا سلام کئے آکر بیٹھ جاتے ہو۔ انہیں نے کہا کہ تمہیں
 بد تہذیب ہو کہ کام کے وقت سلام کر کے حرج کرتے ہو کام کے وقت سلام کرنا جائز ہی نہیں
 پھر فرمایا کہ فقہانے اس راز کو سمجھا ہے انہوں نے ایسے اوقات میں سلام کر نیکی کرو وہ فرما
 دیا ہے سچ یہ ہے دو جماعتیں حکیم کہنے کے قابل ہیں صوفیہ اور فقہاء۔ صوفیہ بھی اور فقہاء
 بھی یہ دونوں جماعتیں حقیقت کو سمجھنے والی ہیں محض الفاظ پرست نہیں ہیں فقہانے فہرست
 لکھ دی ہے جن حالات میں سلام کرنا مکروہ ہے ان میں یہ بھی ہے کہ جو طبعی یا دینی کام میں
 مشغول ہو چنانچہ کھانا کھاتے میں سلام مکروہ لکھا ہے اور بانیں کر نیکی اجازت دی ہے
 (۴۵۸) ایک صاحب نے کچھ تیل عطر وغیرہ ہدیہ بدریجہ ڈاک بھیجا۔ بدریجہ خط دریافت کیا
 کہ صحیح و سالم پہونچ گئے یا نہیں فرمایا اگر راستہ میں نقصان ہو جاوے تو اطلاع نہیں کرنا
 چاہیے ایک تو بزنس ٹوٹی پھر دوسرے کا دل کیوں توڑے۔

(۴۵۹) فرمایا شیخ کی بدولت نسبت باطنی آسانی کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے تنہا
 سیکڑوں برس مجاہدہ کرنے گذر جائیں جو کبھی بھی میسر ہو۔ یہ بھی فرمایا کہ نسبت باطنی
 مہربوب بن اللہ ہے۔ مجاہدہ موقوف علیہ نسبت باطنی کا تو ہے علت نہیں اور اگر علت ہے
 تو علت عادی ہے علت حقیقی نہیں۔

۴۶) فرمایا کہ اہل اللہ مختلف سے کبھی حقائق نہیں بیان فرماتے۔ جب جو شخص ہوتا ہے
تب فرماتے ہیں میں نے حضرت حاجی صاحب کے بیان کو قریب قریب یعنی کثرت دیکھا کہ کوئی بات اگر چھپی گئی اور افسوس ہو
زیوں فرمایا کہ اس وقت طبیعت توجہ نہیں گواہی مضمون کو پیشتر یاد فرما چکی ہوں کیونکہ کبھی نہیں ہو کہ تقریر یاد جب چھاپ دیا
۴۷) قطع اسباب کا فتویٰ شریف میں ذکر آیا اس کے بعد یہ مضمون تھا کہ اسباب میں
بھی حکمت ہے حضرت نے فرمایا کہ میں جہر نہیں کرتا لیکن اسباب میں ضعفاء کے لئے
بڑی حکمتیں ہیں ان کے لئے اسباب میں بڑی تسلی ہے ورنہ کھانا کیونکر پکاتے کھیتی
کون کرتا یہ عالم دیران ہو جاتا اسی واسطے کہا ہے ۵ لولا المحقق لخریت الدنیا
۵ استن این عالم لے جان غفلت ست ۶ ورنہ اینجا شربت اندر شربت ست

اگر اہل غفلت نہوتے تو دنیا آباد نہیں رہ سکتی تھی قصوٰسی غفلت تو ہونا چاہئے تاکہ دنیا
کے کام چل سکیں پس جب بھوک لگی فوراً گیہوں پیسے آٹا گوند معاً گ جلائی اور روٹی پکائی
ورنہ کون یہ جھگڑا کرے دوسری بڑی بات یہ ہے کہ ضعفاء کو محبت حق جو قصوٰسی بہت ہو
وہ انہیں اسباب کی بدولت محفوظ ہے ورنہ بہت سے ناگوار واقعات پیش آتے ہیں اور
محبت غالب نہیں یعنی اس میں درجہ کمال حاصل نہیں سوا تب اسباب کی طرف انساب
کر لیتے ہیں اگر اسباب نہوتے اور بلا واسطہ اسباب کے بجانب اللہ ہونیکے انکو معرفت
ہوتی اور محبت درجہ کمال کی ہے نہیں تو یہی نتیجہ ہوتا کہ خدا کے ساتھ بغض ہو جانا یہ بڑی
حکمت اسباب میں ہے اب چاہے کچھ ہی ہو جائے خدا سے تو کد کسکو نہیں ہوتا انہیں
حکمتوں کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنا کشف لکھا ہے کہ مجھے حضور نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طبیعت کے خلاف تین امور پر مجبور کیا۔ ایک تو یہ شخص کو افضل
سمجھوں حالانکہ میرا جی چاہتا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل سمجھوں سبحان اللہ کیسے
پتے لوگ تھے جو بات جی میں تھی سچی سچی کہدی بدنامی وغیرہ کا خیال نہ کیا۔ ایک یہ بات تھی
کہ مجھکو تقلید اچھی نہ معلوم ہوتی تھی لیکن مجھے حضور نے خروج عن المذہب الاربعہ سے منع
فرمایا۔ ایک اسباب سے نفرت تھی۔ اس پر حکم ہوا کہ اسباب کو کبھی نہ چھوڑنا۔ اس کی تثبت
بالاسباب پر مجبور ہوا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب کے یہاں حکمت کی

استقدر رعایت تھی کہ جس کی انتہا نہیں ایک بی بی نے یعنی میرے گھر میں کہا کہ میں نئی مین
 وقف کروں حضرت نے منع فرمادیا کہ وقف مت کرنا دیکھئے بظاہر ایک نیک کام سے منع
 کیا لیکن منہ مایا کہ نفس کے بہلانے کیلئے بھی کوئی چیز جو ناچا ہے اپنے پاس کچھ جمع ہو
 نفس لگتی رہتی ہے اور اس پر حضرت حاجی صاحب ایک حکایت فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ
 تھے انھوں نے حق تعالیٰ سے دعا مانگی کہ جتنی روزی میری قسمت میں ہو وہ سب ایک دم
 مجھے دیدیکھئے تھوڑی تھوڑی نہ دیکھئے ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں یقین نہیں ہمارے وعدہ پر
 غرض کہ یقین تو ہے مگر وعدہ ہم سے ملے گا تو لیکن یہ متعین نہیں کہ کب شیطان مجھے بہکا کر
 کہ جانے کے دن میں ملے اگر ہفتہ بھر تک نہ ملے تو تمہارا تو ہو جائے قلیہ۔ اور یہ شیطان بڑا
 دشمن ہے اور آپ ہی نے یہ بھی منہ مایا الشیطان بعد کمال الفقر الایۃ اگر آپ مجھے
 ایک دم سے دیدینگے تو میں کوٹھری میں بھر کر رکھ چھوڑوں گا جب شیطان مجھے پوچھے گا کہ کہاں
 سے کھاٹیکا میں کہہ دوں گا کہ اس کوٹھری میں سے تو بندگوں نے ایسی ایسی تدبیریں کی ہیں اپنے
 اپنے ضعف کی اور ضعف و قوت امور طبع سے ہیں۔ ولایت میں ان کو دخل نہیں ولایت
 کہتے ہیں اطاعت اور عبدیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو سال بھر کا
 خرم ایک ساتھ دیکر ظاہر منہ مایا کہ سال بھر تک کا خرم ذخیرہ رکھنا اعلیٰ سے اعلیٰ توکل کے
 بھی خلاف نہیں واقعی کچھ جمع رہنے سے قتل ہوتی ہے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ
 کوند میں بہت ہی مبالغہ تھا یہاں تک کہ بارون الرشید بادشاہ کے یہاں کے رفد کو
 ہاتھ سے نہیں چھوا تھا دور سے لکڑی سے الٹ کر کھولا تھا وہ ہم لوگوں کے لئے فرما گئے
 ہیں کہ جس کے پاس دھم ہوں اس کو چاہئے کہ وہ انکی قدر کرے کیونکہ اب وہ زمانہ ہے
 کہ جب آدمی کے پاس کچھ نہیں ہوتا تو اسکی اول مشق دین پر ہوتی ہے دوسرے یہ کہ
 اگر ہمارے پاس مال نہ ہوتا تو امر بھکو دست مال کر دیتے مال کی بدولت اب وہ ہم پر ہاتھ
 نہیں ڈال سکتے اسکی بدولت ہم ان کے شر سے محفوظ ہیں اور ہمارا جاہ محفوظ ہے ورنہ
 ہیں ذلیل سمجھ کر جسے بیچارہیں لیا کرتے پھر ہمارے حضرت مولانا نے منہ مایا کہ جو اسباب کے
 بالکل ہی شکر ہیں جیسے حضرت عطاء اسکندری رحمۃ اللہ علیہ انھوں نے اپنی کتاب توبہ

میں بالکل اسباب کو مٹا دیا ہے لیکن پھر بھی اسباب کی تشکیل میں مصداقت ثابت
 کی ہے لکھا ہے کہ اسباب کو حق تعالیٰ نے اس لئے پیدا فرمایا ہے تاکہ مندرجہ اسباب کے
 اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ انکو توڑے اور کچھ نہیں تو اسباب میں یہی ایک نفع سہی غرض
 ناہین اسباب بھی اسباب میں حکمت ثابت کی ہے معلوم ہوا کہ اسباب میں
 بالاجمل حکمتیں ہیں پھر مثنوی شریف میں یہ مضمون آیا کہ اسباب کے ذریعہ سے
 اسباب الاسباب پر نظر کرو اسپر حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح اسباب موصل الی اللہ
 ہو جائیں گے کیونکہ مصنوع اپنے صانع کیلئے دلیل ہوا کرتا ہے ایک یہ مصلحت بھی
 اسباب میں نکلی۔

(۴۶۲) اس اعتراض کا ذکر تھا کہ اسلام بزورِ تشبیر پھیلا ہے۔ مندرجہ اسباب کے مولا محمد قاسم
 صاحب نے خوب لطیف جواب دیا تھا کہ اگر مان بھی لیا جاوے کہ اسلام بزورِ تشبیر پھیلا تو ہم یہ
 پوچھتے ہیں کہ وہ تشبیر زن کہاں سے آئے کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک دو تشبیر زن تو بزورِ تشبیر
 اسلام کو عالم بھر میں پھیلا نہیں سکتے تھے تو پس معلوم ہوا کہ تشبیر زنی اصل علت اشاعت
 اسلام کی نہیں بلکہ اصل علت اور ہی ہے جس کے تشبیر زن پیدا ہوئے وہ حقیقت میں تو
 تائید حق ہے اور ظاہری سبب حضور کے اخلاق ہیں اسلام پھیلا ہے اخلاق سے
 تلوار سے نہیں پھیلا ورنہ ان درس مثنوی میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت
 ہوتی ہے خود اس پر ایسے واقعات ڈالتے ہیں جن سے اسباب کے تاثیر کی نفی
 ہوتی ہے۔

(۴۶۳) ایک صاحب نے اپنے والد کو بھی حضرت کی خدمت میں اپنے ساتھ لانے
 کے لئے خود ترغیب دی اور حضرت سے دعا و اجازت کے لئے لکھا ہے۔ حضرت نے
 صاف انکار لکھ بھیجا کہ جب ان کو خود رغبت نہیں تو ہرگز ترغیب نہ دی جائے وہ صاحب
 حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اخیر میں وہ راضی بھی ہو گئے تھے لیکن فلاں شخص نے
 بہکا دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کو خود ہی شوق نہ تھا تو آپ کو ہرگز ترغیب نہ دینی چاہئے
 تھی میں تو یہی لکھ بھی چکا تھا دین تو مطلوب ہونا چاہئے کیوں کسی کے درپے ہوں

اجی تبلیغ اور اعلام تو ضروری ہے باقی درپے ہونا ضروری نہیں بلکہ میری رائے میں مضربے میں نے تو ایک وعظ اقتصادی للخیر مستقل طور سے اسی کی بابت کہا ہے معلوم نہیں چھپایا نہیں بہت دن سے یہ مضمون ذہن میں تھا حق تعالیٰ نے اس موقع پر بیان کروادیا میں تو یہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ اگر وہ لوگ اہل الرائے نہیں مثلاً بچے ہیں تو ان کو تو لے آؤ اور جو اہل الرائے ہیں اگر خود رغبت ہو لاؤ ورنہ چھوڑو پھر ہمیشہ انکی خاطر کرنی پڑتی ہے کیا ضرورت۔ اجمی آئیو اے کی خدمت کے لئے حاضر ہیں باقی گیسے کیوں خواستخواہ خاطر کرنی پڑتی ہے کہ کوئی بات خلاف طبیعت نہو۔

(۴۶۴) فرمایا کہ محقق کی ایک سنٹ کی تقریر میں جو اثر ہوتا ہے وہ غیر محقق کے آدھ گھنٹہ کے لیکچر میں بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو دیکھی ہوئی کہہ رہا ہے اور یہ یوں ہی ان گڑھوں کا کہہ رہا ہے۔

(۴۶۵) فرمایا کہ ممکن نہیں بدترین آدمی کی صحبت کا اثر نہو۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جہاں اور باتوں سے احتراز کرے بعد تو یہ اپنے پرانے جلسہ کو بھی وخصت کرے یعنی جن لوگوں سے پہلے صحبت رکھتا تھا انکو چھوڑ کر دوسری قسم کے لوگوں کی صحبت اختیار کرے۔

(۴۶۶) ایک صاحب نے اپنی صاحبزادی کا نکاح بعد نماز عصر مسجد میں پڑھوایا نکاح کے بعد صرف چھوڑے تقسیم کر دیئے گئے دو لہانے کوئی نے کپڑے بھی نہیں پہنے تھے اسی طرح کئی نکاح ہو چکے ہیں ایک نکاح میں تو دو لہانے کے پاس روزمرہ کے استعمالی میلے کپڑے تھے اس نے تکلفی سے سب نہایت خوش ہوئے حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح کا نکاح میرے بھائی مظہر کا ہوا تھا۔ بڑھئیوں تک نے کہا کہ واقعی اس شادی کے موقع پر گونا گویا کوئی رسم نہیں ہوئی لیکن ہمارے دلوں میں رونق معلوم ہوتی ہے وفسر مایا سبحان اللہ سنت کے موافق نکاح میں کیوں نودانیت نہو۔ اور یہ بھی بات ہے کہ جتنی سہولت ہوتی ہے اتنی ہی نودانیت نہیں ہوتی ہے کیونکہ کوئی سچکڑا بکھیڑا ہوتا نہیں اس لئے انشراح رہتا ہے اور جہاں طالت اور جھگڑے ہوتے ہیں وہاں ضرور قلب

کہ قلب میں کورت اور ظلمت ہوتی ہے۔

(۴۶۷) ضرورت شیخ کا ذکر تنوی شریف میں آیا۔ فرمایا حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

گر روی صد سال و درآہ طلب : راہ بر بنود چہ حاصل ہاں تعب

ایسی مثال ہے جیسے فنون حسیہ میں سے بھی چاہے جس فن کو ملے تو یوں چاہے کام چلائے لیکن فن کی مناسبت خواہ کیسا ہی آسان فن ہو بلا استاد کے نہیں حاصل ہو سکتی۔ مناسبت جس چیز کا نام ہے کسی فن کی ہو بلا استاد کے نہیں پیدا ہو سکتی مثلاً گاڑی ہانکنا ہی لیجئے بہت ہی خسیں بات ہے لیکن مشہور پے سیٹی علم دریاؤ۔ وافی باریکیاں بلا کسی سے سیکھے نہیں معلوم ہو سکتیں۔

(۴۶۸) ایک ذی علم کی بابت فرمایا کہ اُن سے ایک کو تو ال نے سوال کیا کہ نبی اور ساحر میں فرق کیا ہے کیونکہ نبی بھی معجزات دکھلاتا ہے اور ساحر بھی ایسے ایسے عجیب کرشمے دکھلا سکتا ہے انھوں نے خوب جواب دیا کہ جوڑا کو سرکاری وردی پہنکر اور کو تو ال بکر ڈاکے ڈالے تو میں پوچھتا ہوں کہ کو تو ال میں اور ڈاکو میں کیا فرق ہے وہی فرق ہے نبی اور ساحر میں۔

(۴۶۹) فرمایا کہ میں بھی ایک مرتبہ امیر شریف ویسے ہی بغرض زیارت حاضر ہوا ہوں چونکہ حضرت شیخ کی بڑی بڑی برکات ہیں اترتے ہی تمام شہر میں ایک رونق معلوم ہوتی ہے وہاں کے زمین آسمان ہی پر رونق معلوم ہوتے تھے۔ اب نہیں معلوم میرا خیال ہے یا کیا۔ حالانکہ وہاں ظلمات بدعت کی بہت ہیں لیکن اُن پر انوار پھر غالب ہیں حضرت شیخ کے۔

(۴۷۰) فرمایا کہ بعض باطل فرستے جو پیدا ہوئے وہ بہت جلد مٹ جاتے اگر اُن کے رو کیلئے بڑے بڑے علماء نہ کھڑے ہو جاتے۔ علماء کے رونے انکو اور بھی وقعت دیدی لوگ خواہ مخواہ ان کے دعوں کو اہم سمجھنے لگے کہ بڑے بڑے لوگ اُنکے رو کی طرف متوجہ ہیں تو ضرور اہم ہوں گے علماء کے متوجہ ہونے نے انکو اور بھی رونق دیدی ورنہ بہت

جلد ختم ہو جائے۔ اسی طرح آریوں کو جو قوت ہوئی اکثر کی رائے ہے کہ اس کی وجہ
 یہ ہے کہ علماء اُن کے جوابات دینے کی طرف متوجہ ہوئے اُن کے مقابلہ کے لئے تو
 عوام ہی مناسب تھے کیونکہ عالم کو تو یہ بھی لحاظ رہتا ہے کہ کوئی ایسی دیسی کچی بات
 منہ سے نہ نکلے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ ڈاڑھی رکھنے کا حکم قرآن مجید میں
 دکھلاوا انھوں نے یہ آیت پڑھی لا تاخذ بلحیثتی اور کہا کہ دیکھو اگر ہارون
 علیہ السلام کے ڈاڑھی نہ ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام پکڑنے کہاں سے اس سے ثابت
 ہوا کہ ان کے ڈاڑھی تھی میں نے اُن مولوی صاحب سے کہا کہ مولانا اگر وہ یہ کہتا کہ اس
 تو ڈاڑھی کا صرف وجود ثابت ہوا وجود کا کون انکار کرتا ہے وجہ تو ثابت نہوا وجہ
 ثابت کرو۔ تو آپ کے پاس کیا جواب تھا مولوی صاحب بولے اجی اُمیں اتنی سمجھ کہاں
 تھی جو وہ یہ سوال کرتا۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ میں تو خدا جانے کچی بات
 کہتے شرم آتی ہے ایسا شخص جو کچی بات کہنے سے شرماے جا لوں سے یا ہٹ دہر ہوگے
 مقابلہ کب کر سکتا ہے ایسوں کے مقابلہ کیلئے ایسا ہی شخص چاہئے ایک گنوار نے
 کسی عیسائی سے پوچھا کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے اس نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا اور بھی
 کوئی بیٹا ہے کہا نہیں اس نے کہا تیرے خدا سے تو (نعوذ باللہ) میں ہی اچھا ہوں
 دیکھ میری تھوڑی سی عمر میں بیس روپے کے ہو چکے ہیں معلوم ہوا تیرا خدا کچھ بھی نہیں
 بہت ہی کمزور ہے سب لوگ کہنے لگے واہ بھائی خوب کبی پادری کو برا دیا۔ ایسے جا لوں
 کی قدر ہوتی ہے مناظروں میں عدالتوں میں بھی جو قابل وکیل ہیں وہ مختصر ہی گری بات
 کہتے ہیں لیکن اُن کی عوام کچھ قدر نہیں کرتے اور جو بہت بک بک کرتا ہوا سکو کہتے ہیں
 کہ بڑا اچھا وکیل ہے خوب دڑتا ہے مجھ سے جب کسی نے مناظرہ کیلئے کہا میں نے کہا
 کہ ایک بڑی بات ہے کہ حکم کون ہوگا۔ یا علماء یا عوام علماء اگر حکم ہوئے تو وہ یاد رہے کہ
 ہوں گے یا ادھر کے اُن کا فیصلہ ہی کیا ہوگا عوام بیشک خالی الذہن ہوتے ہیں لیکن وہ
 ہیں جبلا اور علماء حکم ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ ادھر ہونگے یا ادھر تو لا محالہ عوام ہی حکم ہونگے
 اور وہ ہیں جبلا تو جس فیصلہ کا مدار جبلا پر ہو وہ فیصلہ جیسا ہوگا ظاہر ہے۔

کلیہ ثنوی

حَضْرَتِ حَکِیْمِ اَکْبَرِ مَوْلَانَا مُحَمَّدِ اَشْرَفُ عَلِی صَاحِبِ تَحَاوُی

اور اپنے علوم عقلیہ سے مقابلہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہ کر سکا، علوم حسیہ اور علوم عقلیہ میں وہ بیشک کامل ہے لیکن باقتدار علوم روحانیہ کے جاہل محض ہے علوم عقلیہ وحسیہ کا مدار بحث یا اثر یعنی معلول ہے یا سبب یعنی علت ہے کیونکہ استدلال منطقی محاسبہ علت سے معلول پر ہوتا ہے جبکہ عرف منطق میں دلیل ہی کہتے ہیں گاہے معلول سے علت پر ہوتا ہے جبکہ دلیل (انی کہتے ہیں) اور مباحث علوم روحانیہ کے یا عجیب ہیں یا عجیب سر بھی زیادہ ہیں اور العجب زیادہ عجیب کو ایسے کہا کہ اب کہتے ہیں اصل کو اور ظاہر ہے کہ اصل اپنی فرع سے اس وصف خاص میں جس میں اصالت و فرعیت ہوتا ہے وہی ہے غالباً عجیب ہے مراد علم الہامی ہے وجہ عجیب ہونی کی ظاہر ہے کہ بلا توسط اسباب ظاہری کے ہے اور زیادہ عجیب مراد علم وحی ہے اسکا زیادہ عجیب ہونا اس لیے ہے کہ اس میں وہ اسباب بھی نہیں جو الہام میں ہوتے ہیں بلکہ یہ علم اس سے بھی عالی ہے، غرض جب فہم روحانی کا غلبہ ہوتا ہے تو ای طالب اسوقت یہ سب رخصت ہو جاتے ہیں لازم۔ ملزوم۔ تافی مقفی۔ وہی طریقے میں استدلال عقلی کے ملزوم کے وجود سے وجود لازم پر اور لازم کے عدم سے عدم ملزوم پر اسطرح تافی کے وجود سے منفی کے عدم پر اور مقفی کے وجود سے مقضا کے وجود پر استدلال کیا جاتا ہے اور جب ان سب طرق کے رخصت ہو جانے کی یہ ہے کہ جس بینا کا نور چشم روشن ہوتا ہے وہ عصا اور عصا کش سے فارغ ہوتا ہے، پس علم وہی مثل چشم روشن کے ہے اور دلیل عقلی اور اسکا مدرس مثل و عصا و عصا کش کے ہے۔

تفسیر و ہوسم اینہا کستم

یہ سرخی مرتبط ہے اس شعر کے ساتھ جو عموم تصرفات اہلیہ کے بیان میں آیا تھا
اس معیت باحق ست و جبریت الخ

بار دیگر ما قصہ اندیم	ما از ان قصہ برون خود کے شدیم
گز بچیل آئیم آن زندان اوست	و بعلم آئیم آن ایوان اوست
گز خواب آئیم مستان ویم	و رہ بیداری بدستان ویم
و رگبرگیم ابر پد زرق ویم	و رنجندیم آن زمان برق ویم
و رنجتم و جگ عکس قہر اوست	و ر بصلح و قدر عکس مهر اوست
ما کہ ایم اندر جہان پیچ پیچ	چون الف او خود چہ دارم پیچ
چون الف گر تو مجرے شوے	اندرین دہ مرد مغرے شوے
جہد کن تا ترک غیر حق کنے	دل ازین دنیاے فانی نہ کنے
این سخن انیت پایان اے سپر	از رسول روم برگویا عسر

مستان بخود و بیہوش و مستان حکایت - زرق بخصانق آب صافی یعنی ہم پہر اسی مضمون معیت
کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور واقع میں ہم اس مضمون سے خارج ہی کب ہو سکتے ہیں بلکہ یقیناً
جہد و جد کی بھی اسی کے متعلقات سے درمیان میں آگئی تھی اب اسی مضمون معیت کا اثر دیکھنا
بیان فرماتے ہیں کہ اگر ہم جہل میں مبتلا رہیں تو یہ ان ہی کا زندان ہے یعنی حق تعالیٰ ہی کا تصرف
ہم کہ مجلس جہل سے نہیں بچے بغیر من بینا اور اگر علم تک ہماری رسائی ہو جاوے تو یہ بھی

ان ہی کا ایوان ہے کہ درجہ علم انکے تصرف سے عطا ہوا یہودی من یشارا اور اگر سورہیں تو
 ان ہی کے بیہوش کیجے ہوئے ہیں (اللہ تعالیٰ النفس حین موتہا والقی لم تحت فی منامہا) اور
 اگر جاگ اٹھیں تو بھی ان ہی کی نفلگو میں ہیں دینے یہ قوت بیانہ ان ہی کی عطا کی ہوئی ہے
 خلق الانسان علمہ البیان الم نجل لہ عین ولسانا وشفقتین) اور اگر ہم رونے لگیں تو بھی بھینکے
 ابر پڑا ب ہیں تشبیہا ابر کہدیا اور اگر ہم ہنسنے لگیں اسوقت بھی انہیں کی برقی ہیں (یعنی یہ
 روزنامہنا بھی ان ہی کے تصرف سے ہے واند ہوا ضحک واکہی) اور اگر ہم خشم و جنگیروں (گتہین
 تودہ بھی انکے قہر کا عکس ہے) دینے یہ صفت قہر بھی انکی دی ہوئی ہے جبکا عکس اور اثر یہ
 خاص خشم و جنگ ہے) اور اگر ہم صلح و غدر میں مشغول ہوں تو بھی وہ انکی مہر کا عکس ہے (یعنی
 یہ صفت لطف بھی انکی عطا ہے جبکا اثر یہ صلح خاص ہے والف بین قلوبہم غرض ہم اس عالم بیچ
 در بیچ میں کیا چیز ہیں محض شتاب الف کے ہیں جو خالی محض ہے (کہ مخرج اسکا خلا محض ہے
 حرکت اسپر نہیں نقطہ سے وہ خالی ہے ذرا کسی ساکن کے پاس آیا اور حذف ہوا و دیون معدوم
 محض نہیں اسبطرح ہم لوگ بھی ایک ضعیف ہستی رکھتے ہیں مگر کسی کمال اور صفت میں مستقل
 نہیں نہ علم میں نہ قدرت میں بلکہ ہر امر میں محتاج میں تکوین الہی کے اور اسی مضمون استحضار کو اوپر
 معین کہا ہے اسلیئے یہ مضمون تتمہ ہوا بیان معیت کا اور یہ ضعف ہستی ممکنات ہر چند کہ واقع
 میں ثابت ہے مگر اسکا استحضار و معرفت محتاج تحصیل ہے اسی واسطے ثبوت واقعی کا اعتبار
 تو یہ کہا گیا ہے کہ چون الف او خود چہ دار الخ اور تر غیب تحصیل معرفت کے لیے اگر فرماتے
 ہیں (اگر تم الف کی طرح مجرد ہو جاؤ دینی اپنے خلوعن الکمالات کی معرفت حاصل کیے حالاً و عملاً
 اپنے اوپر غالب کرو) تو اس راہ میں تم مردیگانہ نجاد آ گئے اس کا طریقہ کہ ترک ماسوا
 اللہ ہے جس سے یہ معرفت حاصل ہوتی ہے بتلاتے ہیں کہ) اس میں کوشش کرو کہ
 کہ غیر حق کو ترک کردو اور اس دنیا سے فانی سے دل کو اٹھا لو (اب قصہ سفیر روم
 کی طرف رجوع کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ) اس مضمون کا تو کہیں خاتمہ
 ہی نہیں اس لیے سفیر روم کا جو قصہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ
 ہوا اسکو بیان کرو۔

سوال کردن سولہ از عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبب ابتلائے ارواح باین آب و گل حرم

از عمر چون آن سولہ این را شنید
مخوشد پیش سوال و ہم جواب
اصل را دریافت بگذشت از فروغ
با عمر گفت او چه حکمت بود و سر
آب صافی در گلی پنهان شده
فائدہ نرسد مگر این حکمت چه بود

روشنی در دلش آمد پدید
گشت فارغ از خطا و از صواب
بہر حکمت کہ در پریشش رجوع
جبر آن صافی درین جائے کدر
جان باقی بستہ ابدان شدہ
مرغ را اندر قفس کردن چہ سود

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُس سفیر رومی نے جب یہ مضمون سنا کہ روح ہا تعلق بدن کے ساتھ امرکن سے ہو گیا جیسا اوپر آیا ہے ۵ گفت حق بر جان منون خواند و قصص الخ تو اس کے قلب میں ایک نور (علم حقیقت کا پیدا ہو گیا جس کے اسکے قلب کو اپنے سوال کے جواب میں کہ روح و بدن کے تعلق کا سبب پوچھتا تھا شفا ہو گئی) اور سب سوال و جواب کہ تعلق مذکور کے اسباب جزئیہ کے متعلق خیال میں پیدا ہو رہے تھے) نحو ہو گئے اور ان خیالات صحیح و غلط ہونے کی تحقیق سے فارغ اور بی فکر ہو گیا کیونکہ اصل سبب (کہ امرکن ہے) اسکو تحقیق ہو گیا اسلئے اسباب فرعیہ جزئیہ کی تحقیق کی اسکو ضرورت نہ رہی اب (بعد تعین سبب تعلق کے) وہ اس تعلق روح و بدن کی حکمت پوچھنے کی طرف متوجہ ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اسیں کیا حکمت تھی کہ روح صافی کو جسم مکدر میں محبوس فرمایا گیا آب صافی گل میں مستور ہو گیا یعنی روح باقی (کہ خلود کے لیے پیدا ہوئی ہے) اجسام میں مقید ہو گئی تو اسکا فائدہ ارشاد فرمائیے کہ اس میں کیا حکمت تھی اور اس مرغ روح کو قفس جسم میں بند کرنے سے کیا نفع تھا۔

گفت تو بخت شکر فے میکنی

جس کردی معنے آزاد را

از برائے فائدہ این کردہ

آنکہ از مے فائدہ زائیدہ شد

صد ہزاران فائدہ است و ہر یکے

معنے را بند حرفے میکنی

بند حرفے کردہ تو با دورا

تو کہ خود از فائدہ در پردہ

چون نہ بیند آنچه مارا دیدہ شد

صد ہزاران پیش آن یک اند کے

اشکرف عظیم۔ باد ہوا مراد معنے مجازاً بنا بر آنکہ ہر دو غیر منضبط اند یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو بہت بڑی بات کی تحقیق کرتا ہے (کیونکہ تعقیب حکمت کی امر عظیم ہے) اور بہت بڑے مضمون کو حروف و الفاظ میں بند کرنا چاہتا ہے (کیونکہ بیان حکمت کو الفاظ جواب میں لائیکلی درخواست کرتا ہے آگے اس مضمون کے بڑے ہونے کو فرماتے ہیں کہ) تو معنے آزاد دینے مضمون غیر محدود کو مجبوس دینے محدود مفید کرنا چاہتا ہے (چونکہ حکمتیں اور اسرار و مصالح الہیہ غیر تنہا ہی ہیں اور غیر تنہا ہی حد سے خارج ہوتا ہے اسلئے بیان حکمت کو معنے غیر محدود کہا اور اسی غیر محدود ہونیکلی وجہ سے اسکو دوسرے مصرعہ میں باد سے تشبیہ دیتے ہیں کہ) تو ہوا کو حرف میں مقید کرنا چاہتا ہے (بہر چند کہ باد غیر تنہا ہی نہیں ہے مگر کسی وجہ میں چونکہ غیر منضبط ہے تشبیہ کے لیے تھوڑی مناسبت کافی ہے مقصود جواب کا یہ ہے کہ تو جو تحقیق حکمت کی کرتا ہے سو وہ غیر تنہا ہی ہے اور الفاظ و عبارات تنہا ہی میں لہذا وہ اسکے لیے کافی نہیں اسلئے بیان کرنا انکا محال ہے چنانچہ آئندہ شعر صد ہزاران انہم میں اسی لائقابی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ایسے الفاظ محاورات میں مخصوص اپنے معنے لغوی کے ساتھ نہیں ہوا کرتے عرض قال میں تو انکا آنا مستحیل ہے اسلئے قال کی فکر تو چھوڑنا چاہیئے اب صرف دو صورتیں ہیں یا تو اجمالاً سمجھ لینا چاہیئے کہ ضرور کوئی فائدہ ہے کیونکہ فعل الحکیم لایخلو عن الحکمتہ اور تعین تفصیل کے درپے نہونا چاہیئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تصنیف قلب میں کوشش کیجاوے تاکہ کسقدر اسرار کا انکشاف ہو اور اس سے شفا ہو جاوے چنانچہ ان اشعار میں صورت اولیٰ مذکور ہے

۳۰ از برای فائدہ این کردہ الخ اور آئندہ اشعار میں صورت ثانیہ مذکور ہے ۳۱
 حق چون طوق ہر گردن بود الخ چنانچہ شیعہ اسکی آتی ہے، یہ جو تو سوال کر رہا ہے ضروری
 بات ہے کہ کسی فائدہ کے لیے کر رہا ہے (مثلاً وہ فائدہ یہی ہے کہ اس مسئلہ کی تحقیق ہو جاوے)
 حالانکہ تو خود فوائد کے علم محیط سے محاب میں ہے (یعنی پورے طور سے فوائد و مصالح کا
 احاطہ نہیں کر سکتا کیونکہ ظاہر ہے کہ ممکن کا علم ناقص ہے پس جب تو باوجود محیط بالفوائد
 نہونے کے اپنے افعال میں رعایت فائدہ اور حکمت کی رکھتا ہے چنانچہ خود اس سوال میں بھی
 فائدہ سوچ رکھا ہے) تو جس ذات پاک کی قدرت سے فوائد پیدا ہوئے ہیں بھلا جو
 فوائد کچھ ملحوظ ہو رہے ہیں کیا ان کو ملحوظ اور مرئی نہوں گے مگر کوئی ایک آدھ فائدہ ہو
 تو بیان بھی کیا جاوے یہاں تو (لاکھوں فائدے ہیں اور ان لاکھوں فائدوں میں ایک
 ایک فائدہ ایسا عظیم اور شتمل بر مصالح کثیرہ ہے کہ لاکھوں فائدے بھی اس ایک کے رو
 بروقتیل اور بسیج ہیں۔

فائدہ شد کل کل خالی چہ راست
 چون بو خالی معنی گویے راست
 پس چہ در طعن کل آئے تو دست
 ور بود بل اعتراض و شکر جو
 نے جدال و ر و ترش گردن بو
 پس چو سر کہ شکر گویے نسبت کس
 گو بر و سر کنگبین شواہد شکر
 چون فلا سنگ ست و اندر ضبط نسبت

آن دم نطق کہ خبر جزو ہاست
 آن دم نطق کہ جان جانہا ہاست
 تو کہ خبر دے کار تو با فائدہ است
 گفت اگر فائدہ نہ بود مگو
 شکر نیردان طوق ہر گردن بود
 گم ترش و بودن آمد شکر و بس
 سر کہ را اگر راہ باید در حبسگر
 معنی اندر شعر خبر با ضبط نسبت

یعنی تیرا بولا ہوا کلام جو کہ (کلام قدیم کی نسبت) نہایت ہی ادنیٰ درجہ کا ہے جیسا کہ واسطہ کا
 جزو الخبز و کل کے سامنے ادنیٰ درجہ کا ہونا ہے) جب وہ با فائدہ ہے جو کلام کہ کل اسکل ہے
 (یعنی کلمہ کن کہ کلام قدیم ہے اور کلام حادث سے بدرجہا بے شمار عالی ہے جیسا کہ کل اسکل
 جزو الخبز و کل سے عالی ہے) وہ فائدہ سے خالی کیوں ہو گا وہ بولا ہوا کلام جو روح الارواح ہے
 (کیونکہ ارواح میں حیات اسی کلمہ کن سے آئی ہے) وہ منے سے یعنی مقصود و فائدہ سے کیونکہ
 خالی ہو گا جب نیر اکام باوجود ناقص و حادث ہونے کے یا فائدہ ہے تو قدیم و کامل کے کام
 میں طعن (یعنی اشتباہ جو موم طعن ہے) کیوں کرتا ہے غرض دو حال سے خالی نہیں یا تو تیرے
 کلام میں (جس سے سوال کر رہا ہے) فائدہ ہے یا نہیں اگر فائدہ نہیں ہے تو ایسا کلام مست
 کرو (اور کچھ مست پر چھو) اور اگر فائدہ ہے تو اعتراض (یعنی شبہ جو موم اعتراض ہے) چھو
 اور مشکرفی میں سہی کرو (مراد مشکرفی سے شکر فعلی ہے یعنی مجاہدہ دریا صنت و مشقت فی العبادۃ
 چنانچہ شکر جو اسکا موم ہے اور اگر دوسرا نسخہ شکر گو کالیا جاوے جب بھی منافات
 نہیں شکرسانی سے نفی شکرار کانی کی لازم نہیں آتی مجموعہ نعتیں کا مطلب یہ ہے کہ کھود
 کرید سے کچھ فائدہ نہیں اجمالاً اتنا سمجھو کہ اس میں کچھ نفع ہے اور اس نفع پر کہ نعمت خلوقی
 جو شکرا د کرو اس نعمت کی ترقی ہوگی کما قال تعالیٰ اللہ شکرتم لازیدکم وہ ترقی یہ ہے
 کہ مصرفت اس نفع کی بھی ہو جاوے گی اور نیز شکرار کانی سے تصفیہ قلب کا ہو گا اس سے
 معرفت و انکشاف اس نفع کا ہو گا پس یہاں سے بیان ہے دوسری صورت کا صورت
 مذکور میں ہے) اور مشکرفی ہر شخص پر اس طرح لازم ہے جیسا کہ دون میں طوق اور جدال
 و ترشروئی (جو مہانتہ میں ہو جاتی ہے) شکر نہیں اگر ترشروئی کا نام شکر ہو تو سرکہ کے برابر
 کوئی بھی شکر گوارہ نہ ہو (سرکہ سے مراد عوام الناس ہیں بخت و جدال میں مشغول رہتے ہیں)
 اور اگر سرکہ کو (یعنی عامی مجادل کو) منظور ہو کہ میں جگر کے اندر پہونچوں (یعنی اسرار
 الہیہ تک میری رسائی ہو تو اس سے کہو کہ مشکرفی سے ملکر سنجیدہ بن جاوے یعنی کسی صاحب رضا
 و تسلیم سے تعلق پیدا کر کے اور اس کے تصرفات تعلیمی و عملی کو قبول کر کے قابلیت و تقویت
 اسرار کی پیدا کرو) اور یہ مضمون مذکور بہت وسیع ہے شعر میں تنگی کی وجہ سے ناتمام طویل پر

آیا ہے جس طرح بڑا پتھر کہ پھینکنے میں ضبط میں نہیں رہتا کہیں پھیکو کہیں گرتا ہے اسی طرح
مضامین عالیہ کما یغنی احاطہ نظم میں نہیں آسکتے۔

بیان برادان مجلس مع اللہ فلیجلس مع اہل التصوف

یہ سرفنی تتمہ ہے قصہ کا دین مرتب ہے شعر بالا کے ساتھ سرکہ راگ راہ باید در حبسگر الخ

آن سول از خود بشدین یکدم جام	نے رسالت یادماندش نے پیام
والہ اندر قدرت اللہ شد	آن سول نیجا رسید و شاہ شد
سیل جن آمد بدیر یا محو گشت	منیع پیش تیغ شمشیر گشت
سیل جن آمد بدیر یا بحر گشت	دانه چون آمد بزرع گشت گشت
چون تعلق یافتان بوابشر	نان مرده زندہ گشت و باخبر
موم و بنیرم چون فلانے مار شد	ذات ظلمانے اوانوار شد
سنگ سرمہ چون کہ شد در دیدگان	گشت بنیائی شد آنجا دیدہ بان

دیدہ بان کیکہ بر بندہ نشسته بر طرف نگاه کند یعنی وہ سفیر رومی ان ہی ایک دو مضمون سے (کہ حضرت
میرزا غلام احمد فرمائے) از خود رفتہ ہو گیا نہ سفارت اسکو یاد رہی نہ پیغام یاد و اقدت خداوندی
دے متاجرہ بین دیوان ہو گیا اگرچہ متاجرہ سفیر مگر بیان اگر بادشاہ دے بیٹے عارف مستفی عن الدنیا
ہو گیا۔ آگے فیض صحبت کی شنائیں بیان فرماتے ہیں۔ مثال اول سیل دریا میں اگر محو ہو گیا وہی
طرح ناقص کامل کی صحبت میں صفات بشریہ سے فنا ہو جاتا ہے۔ مثال دوم ابر تیغ آفتاب کے
روبر و کھل کر دھوپ ہو گئی کیونکہ حرارت آفتاب ابر خفیف کو تحلیل کر دیتی ہے۔ مثال سوم
سیل دریا میں لکڑی یا ہو گیا مثال چہارم دانہ کھیت میں اگر کھیتی بگئی مثال پنجم روٹی کو جب
دہا بستر سے (سی طرح ہر بشر سے) تعلق ہوا دے بیٹے اسکی غذا ہوئی، تو نان مرده زندہ باہر بھی

شرائط تعلیم ترجمہ قرآن بعوام

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کتنا ہے کہ عوام مسلمان بڑوں اور لڑکیوں کو خاصہ قرآن بچوں کو تجارت پیشہ میں تعلیم کے زمانے میں فن معاش کی طرف رجوع لاکر قرآن مجید کی نعمتوں سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو جاتے ہیں ایسے تمام بچوں کو مدرسوں میں بڑیا تمام علمائے اہل سنت استاد کے ذریعہ ترجمہ علمائے اہل سنت مولانا مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی یا مولانا مولوی شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی یا مولانا مولوی شاہ اشرف علی صاحب سلمہ ان تینوں تراجم میں سے کسی ایک ترجمہ کو یا اسکے سوا جسکو کہ ہماری علمائے اہل سنت پسند کریں بغیر تعلیم صرف و نحو کے مدرسوں میں استاد کے ذریعے الفاظ الفاظ قرآن مجید اور مختصر اردو کے رسالہ پڑھنے کے بعد یا اردو زبان تکلف جاننے کے بعد ضرور بغور پڑھنا اور سمجھنا چاہیے اور اسکے لئے ذیل کے دلائل پیش کرتا ہے۔

قرآن مجید کی آیات :- اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْآنَ اَنْ تَرَاذُلَ اِلٰی مَوَاقِدٍ
پ ۲۰ ع ۱۲ ترجمہ بیشک جس ذات نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہی آپ کو قیامت کی طرف لوٹانے والی ہے (۱۲)
اس آیت سے تعمیل احکام قرآن مجید فرض ہو تو قرآن مجید کا سیکھنا ضروری کیونکر نہ ہو۔
اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ پ ۱۲ ع ۱۱۔ ترجمہ بیشک ہم نے ہی قرآن شریف کو قرآن عربی کر کے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگ اسکو سمجھ لو (۱۲)
جب قرآن مجید کے نزول سے سمجھنے کا حکم ہوا تو سیکھنا کیونکر ضروری نہ ہو۔ اَفَلَا یَتَذَكَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَنْ اَمَرَ عَلٰی قُلُوْبٍ اَفْثَالَهَا ۝
پ ۲۶ ع ۱۔ ترجمہ دیکھا یہ لوگ قرآن مجید میں خود نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تغل لگے ہوئے ہیں قرآن مجید غور کے ساتھ سمجھنا ہوا تو بغیر سیکھنے کے یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ کُنْتُ اَنْزَلْنَاهُ اِلَیْکَ مَبَارَکٌ لِّیَذَّکَّرُوْا اٰیٰتِہٖ وَلَیِّتَذَكَّرُوْا اَلْاَلْبَابِ ۝ پ ۲۳ ع ۱۲ ترجمہ ایک ایسی

کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اور برکت والی ہے اس کو اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی
 آیتوں پر غور کریں اور عقل والے اسے نصیحت حاصل کریں، کے ذیل میں تفسیر فتح البیان میں ہے۔ یہ
 آیت کریمہ اس پر دلیل ہے کہ اللہ پاک نے قرآن شریف کو اسی واسطے نازل کیا ہے کہ اس کے
 معنی میں تفکر و تدبر کریں نہ اس لئے کہ بدون تدبر کے فقط اس کی تلاوت کریں **وَرَأْسُهُ لَذِكْرُكَ**
وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ۵ پ ۲۵ ع ترجمہ (اور بیشک قرآن مجید آپ کے اور آپ کی قوم
 کیلئے نصیحت ہے اور غفریب تم لوگوں سے پوچھ ہوگی) ۱۲/۹ کے ذیل میں تفسیر ابن کثیر میں رقم ہے
 اس قرآن کی پوچھ ہوگی اور تم اس پر عمل کرنے میں کیسے تھے اور اس کے ماننے میں کیونکر تھے
وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا
وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ
بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۵ پ ۹ ع ۱۲ ترجمہ (اور یقیناً ہم نے جہنم کیلئے جن اور
 اور انسانوں میں ایسے بہت سے پیدا کئے ہیں جنکے دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں انکی آنکھیں ہیں مگر
 ان سے دیکھتے نہیں انکے کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں یہ لوگ تو جو پایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ
 گمراہ ہیں یہی پورے غافل ہیں) کے ذیل میں تفسیر موضح القرآن میں ہے خدا اور رسول کو پہچاننا
 اور ان کے حکم سیکھنے ہر کسی پر فرض ہیں ذکر کے تو دو نرخ میں جاوے۔ **وَقَالَ الرَّسُولُ**
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۵ پ ۱۹ ع ترجمہ (اور اللہ کے رسول
 عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے تو اس قرآن کو چھوڑا ہوا ہے یا پس پشت ڈالا ہوا بنا
 بنا رکھا ہے) کے ذیل تفسیر ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خبر تیار ہونے والوں نے
 عرض کیا اے میرے رب میری قوم نے قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا ہے اور یہ اس لئے
 مشرک قرآن مجید کی طرف کان نہیں رکھتے اور اس کو نہ سنتے اور یہ بھراں میں سے ہے اور
 اس کے ساتھ ایمان نہ لانا اس کو سچا نہ جاننا اور اس میں تدبیر نہ کرنا اور اس کو نہ سمجھنا اولیٰ پر
 عمل نہ کرنا اور اس کے امروں کو نہ ماننا اور اس کے نہواہر سے پرہیز کرنا اور اس سے بچنے
 شعروں اور قصعوں اور کہانیوں سرود وغیرہ کی طرف جانا بھی اس کے بھراں میں سے ہے
 اور ایسے طریق کی طرف جانا جو رسول سے مانع نہیں ہے یہ بھی قرآن کے بھراں میں سے ہے

احادیث شریف عن عثمان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ رواہ البخاری ترجمہ حضرت عثمان سے روایت ہے
 کہ حضور نے فرمایا ہے کہ تم سب میں بہتر وہ ہے جو قرآن شریف سیکھے اور قرآن شریف سکھائے ۱۲
 اس حدیث میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین شخص قرآن مجید سیکھنے اور سکھانے والے
 کو ارشاد فرمایا ہے عن عبیدۃ الملیکی وکانت لہ صحبۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم یا اهل القران ان لا تتوسدوا القرآن واتلوا حق تلاوته من اناء الليل
 والنهار وافتشوا وتغنوا وتندبروا ما فيه لعلمكم تغلحون ولا تعجلوا ثوابه فان له
 ثوابا رواہ البیہقی ترجمہ حضرت عبیدہ ملیکی سے جن کو صحبت کا شرف حاصل ہے روایت ہے
 کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قرآن جاننے والے قرآن شریف کو پس پشت نہ ڈالو اور
 اسکو اپنے پیچے تلاوت کرو جیسے اس کا حق ہے صبح و شام اسکی اشاعت کرو اسکو اچھی طرح پڑھو اور اس میں
 غور و فکر کرو شاید تم نفع پا جاؤ اور اسکو قراب کی جلدی نہ کرو تحقیق اس کا اجر یقینی ہے ۔
 اس حدیث میں جناب رسالت مآب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو غور سے سمجھنے
 کا ارشاد فرمایا ہے بغیر سیکھنے کی غور ممکن نہیں ہے عن حارث الاعور قال مررت
 فی المسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علی رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ فاخبرته فقال او قد فعلوها قلت نعم قال اما انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم یقول الا انها ستكون فتنة قلت ما المخرج منها یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم قال کتاب اللہ فیہ بناء ما قبلکم وحبر ما بعدکم وحکم ما
 بینکم هو الفصل لیس بالهزل من تركه من حيار قصمه الله ومن ابتغى الهدى
 فی غیرہ اضلہ الله وهو جبل الله المتین وهو الذکر الحکیم والصراط المستقیم هو
 الذی لا تن یغیر بہ الا هواء ولا تلبس بہ الا لئنه ولا یثیم منه العلماء ولا یخلق من كثرة
 الرد ولا تنقصی عجائبہ وهو الذی لم یکن اذا سمعته حتی قالوا اناسمعا قرانا
 عجبا یھدی الی الرشید فامتاب من قال بہ صدق ومن عمل بہ اجر ومن حکم بہ
 عدل ومن دعا الیہ ہدی الی صراط مستقیم رواہ الترمذی والداری

ترجمہ - حارث الاموی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا "میرا سجدہ سے گذر ہوا دیکھتا کیا ہوں کہ لوگ حد نبول ہر نو
 و فکر کر رہے ہیں پس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اس واقعہ کی اطلاع دی حضرت علی نے
 فرمایا "کیا انہوں نے ایسا کر لیا ہے؟" میں نے کہا - ہاں! حضرت علی نے فرمایا "تحقیق میں نے نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ "اگاہ ہو جاؤ ایک فتنہ ظاہر ہو گا" میں نے کہا یا رسول اللہ! اس سے بھری کسا
 صورت ہو گی؟ آپ نے فرمایا - کتاب اللہ، اس میں تم سے پہلے اور بعد کی خبر سے اور تمہارے درمیان کا حکم ہے اور یہ حکم
 ہو نہیں سکتا، میں نے کہا اے میرے بھائی! اللہ کے کلمے کا اور جس نے اس کے علاوہ جاہل تلاش کی اللہ سے گمراہ کر دیا، یہ اللہ کی جہالت
 رہی ہے اور ذکر حکیم اور مضبوطی سے اس سے خدشات میں بھی پیدا نہیں ہوتی اور یہ زبانوں پر دشوار نہیں ہوتا اور علماء اس
 میں نہیں ہوتے اور کثرت تلاوت سے پرانا نہیں ہوتا اور اس کے عجائبات کبھی تمہیں نہیں آئے اور یہ وہی ہے جسے سننے کی بعد
 جن نے کہا اے "تحقیق میں ایسا عجیب قرآن سنا جو جاہل کی طرف رہ نماں کرتا ہے میں ہم اس پر ایمان لائے، مجھے اس کے
 سلطان کا کیم کیا اور جس نے اس پر عمل کیا جبر دیا اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا عدل کیا اور جس نے اس کی طرف بلایا ہدایت
 پایا گیا سیدھی راہ کی طرف (رواہ الترمذی والداری)

اس حدیث میں قابل غور یہ ہے کہ خاص کر فتنوں کے زمانہ میں جناب رسالت مآب ہوں
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو قرآن مجید مضبوط پکڑنے کا حکم تاکید شدید سے ارشاد
 فرمایا ہے تو ظاہر ہے کہ ہمارے زمانہ میں خود اسلام میں نئے نئے گمراہ فرقے پیدا ہو کر فتنہ
 و فساد مچاتے پھرتے ہیں اور پھر اہل سنت کے لڑکے و لڑکیوں کو ترجمہ تعلیم قرآن مجید کی کنوکر
 ضروری نہ ہو طلب العلم فوریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ اس حدیث سے علم دین کا جانا
 ہر ایک پر فرض ہوا تو علم دین میں تعلیم ترجمہ قرآن مجید سب مقدم ہے پھر احادیث و تفاسیر
 و فقہ و عقائد سکھانا بھی لازماً ہے۔

ہندوستان کے مشہور و مستند علمائے کرام کے اقوال

شیخ الاسلام مولانا مولوی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب فتح الرحمن
 کے دیباچہ میں فرماتے ہیں "مرتبہ این کتاب بعد خواندن متن قرآن و رسائل مختصر فارسی است
 یا فہم لسان فارسی بے تکلف و بد و تخصیص صبیان اہل حرف (جمع حرفہ) و سپاہیان کہ
 توقع استیفاء علوم عربیہ ندارند۔ وراؤل سن تمیز این کتاب را بالیشان تعلیم باید کرد تا اول چیزیکہ
 در جوف عالیشان افتد معنی کتاب اللہ باشد و سلامت فطرت از دست نہ رود و سخن ملا عمدہ کہ
 بر قیص صوفیہ صافیہ منتشر شدہ عالم را گمراہی سازند فریفتہ نہ کنند و را جیف (چیر باٹے دروغ)
 معقولیان خام و سخن منہودان بے انتظام لوح سینہ را ملوث نہ سازد و نیز آنا کہ بعد انقضاء رطل

عمر (نہیر چیلز) توفیق تو یہ یا بندہ تحصیل علوم آسمیہ (مثل نحو و صرف) نہ تو انہیں کتاب ایشیا نابا بد
 آموخت تا در تلاوت خلاوت یا بندہ و منفعت آں در حق چہ ہو مسلمانان متوقع است انشاء اللہ
 العظیم۔ اما در حق صبیان و مبتدیان خود ظاہر است چنانکہ گفتہ آمد اس مضمون میں صاحب نے
 خصوصیت کے ساتھ پیشہ و تمام مسلمانوں کے لڑکے اور لڑکیوں کو بغیر تعلیم صرف و نحو کے ترجمہ
 قرآن مجید سکھانے کے لئے صاف لفظوں میں ہدایت کی ہے عیاں راچہ بیان اور شیخ الاسلام
 مولانا مولوی شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی اپنی کتاب موضع القرآن کے دیباچہ میں
 فرماتے ہیں مستحاجا ہے کہ مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنے رب کو پہچانیں اور اس کی صفات جانیں
 اور اس کے حکم معلوم کریں اور خدا کی مرضی و نامرضی تحقیق کرے کہ بغیر اس کے بندگی نہیں اور جو
 بندگی نہ بجالائے وہ بندہ نہیں بنتا سچانہ و تعالیٰ کی پہچان آگے۔ بتانے سے آدمی محض تاوان
 پیدا ہوتا ہے۔ سب چیز سیکھتا ہے سکھانے سے۔ اور بتانے سکھانے واسطے ہر چند تقریر کریں
 پر اس کے برابر نہیں جو اللہ تعالیٰ آپ کو بتایا۔ اللہ کے کلام میں جو ہدایت بخود دوسرے میں
 نہیں۔ پر کلام پاک اسکا عربی ہے اور ہندوستانی کو اور اک اس کا محال اس واسطے اس بندہ
 عاجز عبدالقادر کو خیال آیا کہ اب ہندی زبان میں قرآن شریف کو ترجمہ کرے اب کئی باغی علوم
 رکھتے۔ اول یہ کہ اس جگہ ترجمہ لفظ بلفظ ضرور نہیں کیونکہ ترکیب ہندی عربی سے بہت بعید
 ہے اگر بعینہ وہ ترکیب ہے تو معنی مفہوم نہوں دوسرے یہ کہ اسمیں زبان ریختہ نہیں ہے
 بلکہ ہندی متعارف تاکہ عوام کو بے تکلف دریافت ہو۔ تیسرے یہ کہ ہر چند معنی قرآن اس
 آسان ہوئے لیکن اب استاد سے سند کرنا لازم ہے اول معنی قرآن بغیر سند معتبر نہیں دوسرے
 ربط کلام ماقبل و مابعد سے پہچاننا اور قطع کلام سے پہچاننا استاد نہیں آتا چنانچہ قرآن
 زبان عربی ہے۔ پر عرب بھی محتاج استاد تھے مولانا مولوی نواب سید صدیقی حسن خان صاحب
 اپنی کتاب ترجمۃ القرآن کے دیباچہ میں فرماتے ہیں سب است پر یہ بات لازم ہے کہ جسطرح
 کراول اپنے بچوں کو الفاظ قرآن پڑھاتے ہیں اسی طرح اس بات کا بھی اہتمام رکھیں کہ
 جو بچہ حرف شناس ہو کر اردو زبان پڑھنے سمجھنے لگے اسکو اول موضع القرآن کا سبق دیں
 تاکہ وہ قرآن شریف کے لفظی معنی سمجھ لے پھر صفحہ چودہ میں فرماتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ قرآن

کا اتنا زمانہ ہے پڑھنے ہی کیلئے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ اس کو پڑھکر اس کا مطلب سمجھیں یہ بات ہر پڑھے اور ان پڑھے پر واجب ہے پھر صفحہ ۱۹ میں فرماتے ہیں بڑے شرم کی بات ہے کہ سارا قرآن تو حفظ ہو نوک زبان پر ہو طوطے کی طرح رات دن اسکو پڑے مگر معنی اسکے معلوم نہ ہوں انتہی۔ ان تمام علماء کے اقوال سے بغیر صرف و نحو کے عوام مسلمان لڑکوں کو ترجمہ قرآن مجید سکھانا صاف لغظوں میں واضح ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ ترجمہ قرآن و احادیث و تفاسیر کے ترجمے جو عالموں نے تالیف کئے ہیں اس کو بطور خود بغیر استاد کے پڑھنے میں کسی کو ضرر کا احتمال نہیں ہونا مگر وہی چیز استاد کے ذریعہ پڑھنے میں ضرر کا اندیشہ کرنا نہایت تعجب انگیز ہے۔ برخلاف اسکے عمر کا یہ قول ہے کہ ترجمہ قرآن شریف بغیر صرف و نحو کے مدرسوں میں استاد کے ذریعہ سیکھنے والے دین اسلام سے گمراہ ہو جائیں گے گو وہ علماء اہل سنت کے انتہام سے بھی کیوں نہ سکھائے جائیں اس لئے اب ہم مؤدبانہ علماء کرام سے گزارش کرتے ہیں کہ ان ہر دو کے اقوال پر نظر غائر ڈال ڈال کر مدلل طور سے بیان فرمائیں مینو اتوجروا۔

المختص (۱) نظر بخش الدین (صاحب رئیس و انبیاؤی) (۲) ٹی امین الدین (صاحب مٹھ و ار رئیس و انبیاؤی) (۳) ملیالم حاجی ابراہیم (صاحب رئیس و انبیاؤی) (۴) فخر الدین بعل باشاہ (صاحب رئیس و انبیاؤی)

جواب و منہ الصادق و الصواب۔ تعلیم قرآن مجید کا سب سے صغار ہوں یا کبار عوام ہوں یا خواص مطلوب و مامور بہ ہونا ظاہر ہے اور اس میں تعلیم ترجمہ بھی داخل ہے اس لئے کہ عجم کا ترجمہ سے وہی تعلق ہے جو عرب کا اصل سے اور عوام عرب کو کہیں اسکی تعلیم سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا اس لئے عوام عجم کو بھی تعلیم ترجمہ سے مستثنیٰ نہ کیا جاوے گا اور روایت لا تعلمون سورہ یوسف کی صحت ثابت نہیں ہوئی البتہ اگر کہیں تعلیم کی کچھ فہمی سے اس میں مفاسد پیدا ہونے لگیں تو خود ان مفاسد کا اسناد کیا جاوے گا اور اس اسناد کی تدبیر امور اجتہاد یہ ہیں جو مبنی میں تجارت پر کہ ان مصلحین کی آراء مختلف بھی ہو سکتی ہیں سو اس کے اصول یہ احقر اپنے تجربہ کی موافق لکھتا ہے۔

۱۔ تعلیم کنندہ عالم کامل حکیم عاقل ہو کہ ترجمہ کی تقریر اور مضامین تفسیر انتخاب میں مخاطب کے فہم کی عاریت کچھ
 ۲۔ متعلم خوش فہم و منتقاد ہو موجب بالراوی و خود پسند نہ ہو کہ تفسیر سمجھنے میں غلطی نہ کرے اور تفسیر بالراوی کی جرأت نہ کرے
 ۳۔ اگر کوئی مضمون متعلم کے تحمل فہم سے بالاتر ہو اس میں علم اس کو وصیت کرے کہ اس مقام کا ترجمہ محض
 تبرکاً پڑھ لیا جائے اس قدر سمجھ لو اور آگے تفصیل میں فکر مت کرو اور متعلم بھی اس کو قبول کرے اس طرح
 اگر معلم اوصاف مذکورہ ملا جائے میرے نزدیک یہ بھی ایسے مقامات کی بائکل تقریر نہ کرے صرف ترجمہ کی
 عبارت پڑھائے چنانچہ ہمارے تصانیف میں اکثر لڑکیاں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھتی ہیں مگر اس طرح کہ صرف
 عبارت پڑھ لیں نہ معلم تفسیر کی تقریر کرتی ہے نہ متعلم اس کی تحقیق محض برکت حاصل کرنا اور بے تکلف
 جتنا اجمالاً سمجھ میں آجائے اس کا سمجھ لینا مقصود ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ مبتدی جب قابل تفسیر
 سمجھنے کے ہو جاویں خواہ کچھ کتابیں پڑھنے سے خواہ معلومات کی وسعت سے خواہ علماء کی صحبت سے
 اس وقت مگر کسی عالم معتمد سے ترجمہ مع حل کے پڑھ لیں ابتدائی پڑھنے پر کفایت نہ کریں اور سوال
 میں جتنے دلائل تعلیم کی مطلوبیت کے لکھے ہیں قواعد شرعیہ سے مفید ہیں ان ہی شرائط کے ساتھ چنانچہ
 حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے کلام میں بعض شرائط کی باختلاف عنوان تصریح بھی ہے اس طرح
 بے استناد جو تراجم و تفاسیر کا مطالعہ کرتے ہیں ان کیلئے بھی بعض محققین ان ہی شرائط کو ضروری کہتے
 ہیں اور جہاں ایسا استناد نہ ملے وہاں یہ رائے دیتے ہیں کہ اول معلومات دینیہ ضروریہ کو حاصل
 کر لو تا کہ علوم قرآن سے مناسبت ہو جاوے پھر مطالعہ کے وقت جہاں ذرا بھی شبہ ہے وہاں
 فکر سے کام نہ لیں بلکہ نشان بنا کر جب کوئی محقق عالم ملا کرے اس سے حل کر لیا کریں اور جو
 حضرات مانعین ہیں ان کا منع فرمانا نابراہن مفاسد کے ہے جو ایسے متناہد ہیں جس کا سبب
 ان شرائط کی رعایت نہ کیا جاتا ہے۔ پس ان سے بھی حسن ظن رکھنا واجب ہے اور ان اختلاف
 محض صوری اختلاف ہے اور اس اختلاف موضوع کے سبب فی الواقع دونوں قولوں میں
 تناقض نہیں۔ البتہ قاعدہ شرعیہ ہے کہ جس عمل میں مفاسد غالب ہیں اگر وہ غیر مطلوب ہو تو نفس عمل کو منع کر دیا جاتا ہے
 اور اگر مطلوب ہو تو عمل کو منع نہیں کیا جاتا بلکہ ان مفاسد کا انسداد کر دیا جاتا ہے اسلئے مانعین کی خدمت میں قاعدہ
 پیش کر کے مشورۃً یہ عرض ہو کہ تعلیم کی تو اجازت دی جاوے اور مفاسد کا انسداد کر دیا جائے اور طریق مذکور انسداد
 کا کافی نہ ہو تو دوسرا طریق مناسب تجویز فرمایا جاوے واللہ اعلم۔ ۲۵ صفر ۱۳۳۹ھ

احکام و مسائل

جواب شبہ تنافی در حدیث سوال چہ روزہ شوال میں حکم حدیث صحیح مسلم من صام رمضان ثم اتيه شوال
ششش عید و قول امام من شوال کان کصیام الدہر انتہی مسنون و مستحب ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ
علیہ الرحمۃ بہر حال خواہ مستحب خواہ متفرق عید الفطر کے بعد ہوں، مکروہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ عالمگیری
فقہ معتبرہ حنفیہ میں مرقوم ہے، ویکرہ صوم ستہ سن شوال عند ابی حنیفہ متفقاً کان اومتنا بآنتہی
لہذا امام نووی رحمۃ اللہ حدیث مذکور کی شرح فرماتے ہیں لہذا الحدیث الصحیح القریب و اذا ثبت الستہ
لا تترک لترك بعض الناس و اکثر ہم او کلیم لہا انتہی نووی جلد اول ص ۶۹ ہذا عرض ہے کہ ہم مقلدین
مطابق ارشاد انا سنا الاظم رحمہ اللہ کے ان روزوں کو مکروہ کجہ کر نہ رکھنا چاہیے، یا حسب تصریح حدیث
شریف لازم نہ آوے گا، کیوں کہ تقلید تو مسائل اجتہاد میں ہوتی ہے نہ منصوص میں، اور نیز حسب
وصیت مجتہدین اذا صح الحدیث فہو مذہبی ان کو اقوالی بقول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ترک تقلید بھی لازم
نہیں آتی، کیوں کہ اگر مسائل منصوصہ میں تو محل تقلید بھی نہیں، اتباع حدیث حسب تصریح ماہر فریق
محدثین واجب ہے، اور اگر اس کو بھی تقلید ہی کہا جاوے تو حسب مقولہ ائمہ رحمہم اللہ میں ترک
تقلید رکھی اور عمل بالسنة کو مکروہ ناجائز جانا تو اندیشہ ہے کہ حسب تحذیر ائمہ و علماء مورد عتاب
نہ ہو جاوے، چنانچہ امام ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری جلد ۳ ص ۲۸۴، مطبوعہ مصر میں فرماتے
ہیں و فیستفاد من ذلك ان امر صلعم اذا ثبت لہر لیکن لا حدان یخالفہ ولا یتجمل
فی مخالفتہ بل یجعلہ لا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ما خالفہ لا بالعکس کما یفعلہ
بعض المقلدین و یغفل عن قولہ تعالیٰ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ

الابیة انتھی ترجمہ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ثابت ہو جائے تو کسی
 کے لئے جائز نہیں رہتا کہ وہ اسکی مخالفت کرے اور اسکی مخالفت میں جیل کرے بلکہ اسکو اصل قرار دے
 اور جو اسکے خلاف ہو اس کے اسکی طرف لوٹا دے اس کا عکس ذکر کرے یعنی حضور علیہ السلام کے ارشاد
 کو اپنی رائے کے مطابق بنائیکی کوشش نہ کرے، جیسا کہ بعض مقلد کرنے لگتے ہیں اور غافل ہو جائے اللہ
 تعالیٰ کے قور لیحمد والذین یخالفون عن امرہ سے وہ بیچیں وہ لوگ جو حضور علیہ السلام کے حکم کے
 خلاف کرتے ہیں اور داسشتہ داسشتہ شرک فی الرسالت میں مبتلا نہ ہو جاوے، معاذ اللہ منہ
 عرض فقیر حقیر محض بنظر تحقیق و اخلاص پر معنی سمجھ کر جواب باصواب سے تمنا فرماویں فقط والسلام

الجواب فی الدائم المختار وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکر
 التتابع علی المختار خلا فالثانی جاری والاتباع المکر ولا ان یصوم الفطر وخمسة بعدہ
 فلوافطر الفطر لحد یکر بل یتحب ولین ابن الکمال فی رد المختار قوله علی المختار وقال
 صاحب الہدایۃ فی کتابہ التبعین ان صوم الستہ بعد الفطر منہم من کرہہ
 والمختار انہ لا یاس بہ الی اخر ما قال واطال وقاتل وتتمام ذلک فی رسالۃ
 تحریر الاقوال فی یوم الست من شوال للعلامة قاسم وقتہ رد فیہا علی
 ما فی منظومۃ التنبانی وشرحہا من غرر الکراہۃ مطلقا الی ابی حنیفۃ
 وانہ الاصح بانہ علی غیر ذلک دایۃ الاصول وانہ صحیح ما لم یسبقہ احد الی
 تصحیحہ وانہ صحیح الضعیف وعمد الی تعطیل ما فیہ الشواب المجزیل
 بدعوی کذا ذبہ شرساق کثیر من نصوص کتب المذہب فراجعہا فانہ
 ج ۲ ص ۲۰۱ مصریہ فی العالمگیریۃ بعد نقل قول الکراہۃ والا صح انہ لا یاس
 بہ کذا فی محیط السرخسی ج ۱ ص ۱۲۹ فاعلم بهذا لا النصوص المذہبۃ ان
 القول بالکراہۃ لم یربع نسبتہا الی الامام رائہ دعوی بلا دلیل فلا یلزم اشکال
 ترک الحدیث ولا ترک قول الامام رائہ یوافق الحدیث، ۱۱ شوال سنہ ۱۳۳۲ھ
 (تتمہ ثانیہ ص ۱۴۲)

۱۱ درمختار میں ہے کہ "شوال کے چھ روزوں میں تفریق کرنا مستحب ہے"

اور سلسلہ رکھنا بھی مکروہ نہیں ہے (مختار مذہب پر حنلا فاللثانی)
 اور وہ سلسلہ مکروہ ہے کہ عید فطر کے دن بھی روزہ رکھے اور اس کے
 بعد پھر پانچ روزے سلسلہ رکھے اور عید فطر کو افطار کرنا
 مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب و مسنون ہے ردالمختار میں مصنف
 کے قول "علی المختار" کی توثیق کی ہے صاحب ہدایہ کتاب التجنیس
 میں کہتے ہیں کہ یوم فطر کے بعد چھ روزوں کو بعض لوگوں نے مکروہ

کہا ہے مگر مختار یہی ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے شامی
 کہتے ہیں کہ یہ ساری بحث علامہ تاسم کے رسالہ "تخیر
 الاقوال فی یوم الست من شوال" میں ہے اور اس میں منظومہ
 الثبانی، کی اس بات کا رد ہے ابو حنیفہ مطلق کراہت کے
 متائل ہیں۔ اور یہی صحیح ہے اور اس طرح ہے کہ یہ اصول کی روایت کے خلاف
 اور ایسی بات کی ہے تصحیح کی ہے جسکی تصحیح پہلے کسی نے نہیں کی اور ایک
 ضعیف قول کو صحیح قرار دیا ہے اور ایک ایسے عمل کو فقط دعویٰ سے
 معطل بنا دیا جس میں بڑا ثواب ہے پھر اس کے بعد مذہب کی بہت روایات
 بیان کی ہے۔

عالمگیری میں کراہت کے قول کے نقل کے بعد ہے کہ صحیح بھی ہے کہ اس میں
 کوئی حرج نہیں بھی محیط سرخی میں ہے (ج ۱۲) ان تصریحات سے معلوم ہو گیا
 کہ مکروہ کہنے کے قول کو امام صاحب کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں اور یہ ایک
 دعویٰ بلا دلیل ہے اس لئے نہ ترک حدیث کا انشکال لازم آتا ہے نہ امام صاحب
 کے قول کے ترک کا کیونکہ امام صاحب کا قول تو حدیث کے
 موافق ہی ہے